

الزُّبْدَةُ الْعَمْدَةُ

٦ ٥١٤ - ٦

ف شَرْحُ الْبُرْدَةِ



مصنف :

2D-1

41

12255

نُورُ الدِّينِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ سَلَامَانَ مُحَمَّدٍ الْفَارِسِيُّ الْمَكِّيُّ

شروع الی القیاس ۱۱۷
 ط من سر علیہ
 اسرار و امور ص ۹۷

الزبدۃ العدة

شرح البردة



تصنیف

نور الدین علی بن سلطان محمد الفاری المروئی المکی



قال صاحب كشف الظنون مصطفى بن عبد الله حاجي خليفه

ومن احسن شروحا (القصيدۃ البردة)

شرح نور الدین علی القاری المتوفی ۱۰۱۶ھ



ناشر

جمعیت الماسکندریہ

درگاہ شریف پیر جو کوٹ (پیر جو کوٹ) من مضافات خیر پور (خیر پور) سندھ پاکستان

الزبدۃ العبدۃ فی شرح البردۃ

ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی المکی (۱۰۱۵ھ)

نسخہ خطی _____ میاں خالد راجہ ۵۱۲۲۴

تقدیم _____ مفتی محمد رحیم سکندری پیر جو کوٹ

تحقیق و تحشیہ _____

کتابت _____ فیض محمد سکندری فیض قم

تعاون _____ قومی ہجوم کائونسل اسلام آباد، پاکستان

سن اشاعت _____ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

ہدیہ _____

مطبع _____ نوید پرنٹنگ پریس، ناظم آباد، کراچی

حرف آغاز

راقم الحروف کو طالب علمی کے زمانے سے قصیدہ بردہ (مدح البردۃ المعروف قصیدۃ بردہ) سے بچہ تعالیٰ قلبی ذوق رہا ہے
ستاد مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد صاحب داد رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے روزانہ کا سبق بغیر کسی محنت کے یاد ہو جاتا تھا۔ اب تیمواں
ال گزر رہا ہے مگر قصیدہ شریف مجھے یاد ہے۔ فذلہ الحمد والمہنتہ

۱۹۶۸ء میں جب حرمین شریفین (سفر حج اور گنبد خضریٰ) کی زیارت کے لئے بخت خفتہ بیدار ہوا تو استاد و محترم مولانا محمد صالح
ممت اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا مدینہ طیبہ اور مکہ شریف میں اگر ”زبدۃ“ شرح قصیدہ بردہ مصنفہ ملا علی قاریؒ مل جائے
خسید کر لے آنا۔ میں نے ہر قسم کے کتب خانے دیکھے مگر کہیں بھی ”زبدۃ شریف“ کے حصول میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس وقت
میں نے ”زبدۃ شریف“ کی تلاش برابری رہی اور من جد وجد کے مطابق آخر کار اس کا ایک قلمی نسخہ اخوی مولانا میر محمد اختر
حب کی لاٹیری میں میں ملا جو آپ کی ساتویں پشت میں آپ کے جد اعلیٰ بزرگوار اور نابغہ روزگار صاحب علم و فضل میاں
خالد راجہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ میاں محمد خالد صاحب وہی ہیں جن کے پیرسائیں محمد راشد روضہ والے سے خط و
ابت کا رابطہ رہتا۔ اور غالباً پیرسائیں روضہ دھنی ہی سے آپ کو بیعت حاصل تھی۔ فقیر، مولانا میر محمد اختر کا تہذیب
مشکور ہے۔ جنہوں نے نسخہ فراہم کیا۔

میرے سامنے یہی واحد نسخہ تھا جسے فقیر نے اپنے مخدوم استاد العلماء حضرت مولانا تقدس علی بریلوی قبیلہ کی
حقت و تعاون سے تحقیق کے بعد کتابت کی سعادت حاصل کی۔

فقیر نیشنل ہجیرہ کونسل کا مشکور ہے۔ جس نے میری پرانی امید اور ذوق کی تعمیر و تکمیل میں مدد دی۔

بالخصوص جناب ڈاکٹر ایں۔ اے بلوچ صاحب شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے ہر موقع پر تعاون اور رہنمائی فرمائی۔

فقیر مفتی محمد رحیم ناظم جامعہ اشدیہ

خطیب مسجد درگاہ شریف پیر جو گوٹہ

(خیرپور)

ناش

جمعیت علماء سکندریہ

درگاہ شریف بیدھوت (پیر جو گوٹہ) من مضافات خیر فور (خیرپور) سندھ پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مولای صل و سلم دائماً ابداً علی حبیب خیر الخلق کلہم

حدوث ذات واجب الوجود مستجمع جمیع صفات کمالیہ کے لئے، جس کی ثنا کا حق ادا ہونا، خارج از امکان ہے۔
بھی واجب و لازم ہے:

لا احصى ثناء علیہ کما اثبتت انت علی نفسک

درد و لا محدود، حسن مطلق، جو ہر فرد سید المرسلین، شفیع الذین حبیب رب العالمین پر جو نہ صرف اپنے صوری و محضی
محاسن و کمالات میں بے مثل و بے نظیر ہیں بلکہ عشق و عرفان، ذوق و شوق، قلبی روح کی وابستگیوں کا قبضہ و کعبہ بھی ہیں۔

منزلہ عن شریک فی محاسنہ

مخبر ہوا الحسن فیدر غیر منقسم
ما بعد۔ اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ حرف و حکایت، فن و سخن، ادب و انشا اور علوم و معارف کی دنیا میں سب سے زیادہ
جس شخصیت کو واجب الاحرام اور مرکز عقیدت جان کر مومن بنایا گیا وہ شخصیت بلا نزاع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے
تحقیق و تنقیح کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کی جتنی روایتیں دریافت ہوئیں، ہر ایک معیار کے مطابق آپ کی عظمت و تقدیس، رفعت اور
نکھار میں اضافہ ہی ہوا و لا آخرۃ خیر الخلق من الاولیٰ؛

طلب مسلم، نظر مومن۔ ذوق الہی۔ ایمان و عرفان کے حوالے سے اگر آپ مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ فقط رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات وہ مرکزی نقطہ ہے۔ جو قدائیت و محبوبیت، عقیدت و عظمت، رفعت و تقدیس کے تمام ابواب کا مرجع
اور مآب ہے۔

آپ کی ذات اقدس سے ادنیٰ تعلق نے نعمات کو خورشید و ماہتاب بنادیا، رہزनों کو دہر عالم اور مریضوں کو میٹھا کر دیا۔
آپ کی ذات اقدس سے تعلق کی کرامت نے، صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم و منوہ منہ کے وجد اور اذکیف آگیں خطاب
سے سرفراز فرمایا۔

اسی تعلق کی برکت سے رسول ہاشمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں نے نہ فقط قیصر و کسریٰ کی دیواریں ہلا دیں بلکہ دنیا کی
آریح میں پہلی مرتبہ پچیس لاکھ ارباز مربع میل کی عظیم سلطنت پر کامیاب مسخر وادی کی؛

قلب و ارتقی اور ذوق و شوق کے اس ساد کو اگر چھوڑ دیا جائے تو نہ صرف قلب و روح اضطراب و جد میں آجائیں بلکہ درد و دیو
بھی جھوم اٹھیں بلکہ شدت تاثیر کی چند ایسی روایتیں بھی محفوظ ہیں کہ خود سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم مسرت و انبساط سے جھو
اٹھے۔ ہاں گو از بخند و از یاراں بخند تا درو دیوار را آری بوحید

حسن و احسان

ذوق و شوق کی بات جب شروع ہو تو اس کی تان حسن و احسان پر ہی جا کر ختم ہوتی ہے۔ حسن کسی بھی رنگ میں ہے
و جس ہے، نقاش ہے اور لازوال نقاش وہ ایک ہی جھلک سے قلب و نظر، ذہن و زبان کو غلام ہے و ہم بنا کر
ہے بلاشبہ حسن کی دو ستیں لا محدود، اس کے اثرات دیر پا اور اس کے نقوش لازوال ہوتے ہیں۔

یہ حسن ہی کی جلوہ نمائی تھی کہ حسنینان مصر و ارتقی کے عالم میں پھل کی بجائے، تہ کاٹ شیشی میں اور بے اختیار پیکار
اٹھتی ہیں۔ ماہذا البشرا۔ ان هذا الاصل کسیم، یہ تو تھا مظاہرہ جمال یوسف عذر اسد م کا۔

حسن جمال ہاشمی

لیکن جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توشان ہی نرالی ہے۔ اس کا پرتو، تو جس پر پڑا، اس کے
قلب و نظر، فکر و عمل، صورت و سیرت میں انقلاب آگیا۔ اور عظیم انقلاب، بلاشبہ اللہ
یہ محبوب، حسن کی اس معراج پر نظر آتا ہے جہاں انسانی فکر و فہم، احساس و ادراک کی رسائی نہیں، جہاں انسانی عقل اپنی وسعت
کے باوجود، کمال و کھاری کا معترف نظر آتی ہے۔ اسی مقام پر دنیا کے فصیح ترین لوگ اپنی ہی دماغی کے قائل نظر آتے ہیں۔

و کیف یدرک فی الدنیا حقیقتہ

فہم نیام تسلو عندہ بالحکم

سبحا نہیں ہنوز میرا عشق بے ثبات

تو کائنات حسن ہے یا حسن کائنات

حسن رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم حسن مطلق ہے۔ تو حسن کا سب بھی، جو ہر فرد ہے تو جو ہر غیر منقسم بھی ہے۔

خود حسن و جمال بے نہایت داری

ہم جو دو کرم بحد غایت داری

شد حسن ترا مسلم و ہم احسان

محبوب توئی کہ ہر دو آیت داری

جس ذات کو خلاق عظیم نے پوری فیاضی سے حسن بخشی فرائی ہو۔ اس حسن کا سب کی تصویر کشی کسی سے ممکن ہو تو کیونکر۔

واحسن منک لم ترقط عینی

واحصل منک لمدلل النساء

خلقت مبدئاً من کل عیب

کانک قد خلقت کما تشاء (حسن بن ثابت)

حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ چاندنی رات میں کبھی مکمل پر نظر ڈالتے ہیں اور کبھی جمال مصطفویٰ پر۔ مگر انہیں آپ کا
روح نور ہی حسین تر نظر آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوب و میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا تھا کہ گویا
آفتاب جھلک رہا ہے۔

ترتیب بہت معوذہ سن رہی ہیں کہ "بسم اللہ" اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو تمہیں بیا لگتا جیسے سورج طلوع
ہو رہا ہے۔ سجاد شریف کی ایک ولایت کیطابق ریح روشن پر سپینے کی بونیس گوہر باراد کی طرح صوفشاں رہتیں۔

لہ رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ کے گرخ انور کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے یہ بیانات نہ تو مبالغہ ہیں نہ داستان سرائی
بلکہ اپنے ایمان و یقین اور ذوق بصیرت کا مشاہدہ اور بیان ہیں تاہم انہیں اس میں کمال صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کی حقیقی تعبیر سمجھنا
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)

فہم حاشیہ بھی حقیقت کے منافی ہے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کامل کا پورا ظہور ہی نہیں ہوا۔ ورنہ صحابہ کرام کی تیر
آپ کی زیادت پر ثبات کی محکم نہیں ہو سکتی چنانچہ قرطبی رقمطراز ہے۔

لہذا ظہور تمام حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم والا کمالات (عین الصباہۃ النظر الیہ)
امام ربانی مجدد الف ثانی ایک طویل بحث کے ضمن میں فرماتے ہیں۔ حق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادراک آخرت ہی میں
مکن ہوگا۔ جہاں باری تعالیٰ کی رویت کی سعادت حاصل ہوگی۔ وہیں جمال احمدی کا ادراک بھی ہوگا۔
”چوں خدا عزوجل بہ بیند۔ جمال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) را دریا بند“

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدح سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمن میں فرماتے ہیں لا وحد وضاہلہ در
وصف دے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنت کہ ہر چیز مرتبہ الوہیت است از فضل وکمال ہمہ اور ثابت است و بیچ کس کہل تر از دے
مسادی باو نیست“ (یعنی، مرتبہ الوہیت کو چھوڑ کر ہر فضل وکمال حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے۔ اور کوئی فرد
بھی آپ کا ہمسر اور مساوی نہیں)۔

علامہ بوسیری نے اسی مقصد کو دوسرے پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔

دع ما ادعته النصارى في نبيهم واحكم بما شئت مدحاً ذیہ واختمک
وانسب ان ذلہ ما شئت من شرف انسب انی قدرکہ ما شئت من عظم
فان فضل رسول اللہ لیس لحد فیعرب عندنا طوق بقصم

یعنی: نصاریٰ کی طرح الوہیت اور تثلیث کی دعویٰ کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں تم ہر طرح کا حکم لگا سکتے ہو۔ اور
آپ کی ذات والا صفات کی طرف ہر شرافت و عظمت کی نسبت کر سکتے ہو۔ اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات کی
وقی غایت کوئی حد ہے ہی نہیں۔ محقق دہلوی، شیخ ابن جریر مکی کے حوالے سے اشعۃ اللمعات ص ۵۵۵ میں رقم طراز ہیں کہ۔
”کمال ایمان موقوف ہے اس عقیدہ و یقین پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری و باطنی، صوری اور معنوی کمالات و
فضائل منزہ عن شریک یقین کیا جائے“

از تمام ایمان بان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنت کہ اعتقاد کند کہ حج نہ شد کہ در ظاہر صورت پیچ آدمی از حسن لطافت، آنچه
جمع شدہ دروے چنانکہ جمع نہ شدہ باطن سیرت پیچیکہ از فضل وکمال آنچه جمع شدہ دروے

ملا علی قاری شرح شمائل میں بغض صوفیاء کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔ اکثر الناس عرفوا اللہ عزوجل و مسا
عرفوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان حجاب البشریت غطی ابصارہم و لیس فی جب خدائے تعالیٰ کو
سمیع جمیع صفات کا لہذا واجب الوجود جان کر ایک طرح عرفان حاصل کر لیا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت سے قاصر رہے۔
لیونکہ آپ کے بشری حجاب نے صحابہ کرام کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فبأن العلم فیہا انه بشر فبأن العلم فیہا انه بشر

امام ربانی مجدد الف ثانی، حسن رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔
”چند درین نشاۃ دہانت حسن حضرت یوسف مسلم وثلث ثانی بہم تقسیم۔ اما دران نشاۃ حسن، حسن محمدی وجمال جمال
محمدی علیہم التحیات والتسلیمات کہ محبوب خداوند است، چگونہ حسن دیگرے را مشارکت کہ حسن او بواسطہ اتحاد است بمطلب حسن عین
مطلب است دیگرے را چوں اتحاد نیست۔ اس حسن نیست، پس خلقت محمدی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام باوجود وحدت
مستند بقدم ذات گشت تدائے و حسن او حسن ذات آمد تعالیٰ کہ شائبہ غیر حسن بروے کا کن نیست!“
اسی مکتوب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاحظت اور حضرت یوسف کی صباحت میں فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
”حضرت یوسف ہر چند صباحتے کہ دارد محبوب حضرت یعقوب بودہ حضرت پیغمبر ما کہ خاتم الرسل است بملاحتے کہ دارد
محبوب خالق زمین و آسمان است!“

حسن سید الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک جھلک ملاحظہ فرمانا ہو تو امام ربانی کا یہ نسبتاً طویل اقتباس (جو کہ تحقیق
نور محمدی سے متعلق ہے) ملاحظہ ہو۔

”باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ مخلوق پیچ نرے از افراد عالم مناسبت ندارد کہ او
صلی اللہ علیہ وسلم باوجود نشاۃ غصری از نور حق جل و علا مخلوق گشتہ است ہر چند بدقت نظر محیف ممکنات عالم را
مطالعہ نمودہ آید۔ وجود آنسرور در آنجا مشہود نئے گردد بلکہ منشا خلقت و امکان و علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام در عالم
ممکنات نباشد بلکہ فوق ایں عالم باشد ناچار اورا سایہ نبود و نیز در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است چوں
لطیف ترے۔ ازوے در عالم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد (مکتوب صدم ص ۱۸۱)“

مجدد الف ثانی کے ان اقتباسات کو بار بار پڑھیں۔ تو آپ ہی نتیجہ اخذ کریں گے کہ عالم امکان کی کوئی بھی چیز کسی بھی جہت
نوع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ ہے نہ مساوی۔ بلکہ بارگاہ رسالت میں مشابہت و مماثلت اور مساوات کا تصور ہی
عظیم گستاخی اور جرأت ہے۔ اس لئے کہ آپ کا حسن مطلق۔ جمال کامل اپنی خلقت سے لے کر اپنی ملاحظت، عبادت امکان و مجربیت
ہر ہر وصف میں باقی ممکنات سے دراز اور قطعی ورا ہے

یا صاحب الجمال ویا سید البشر من وجهت المینو لعد نور القدر
لا یسکن الثناء کما کان حقاً بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

عطاوردہ شرح قصیدہ بردہ کے مصنف مولوی ذوالفقار علی دیوبندی ”خیر الحسن فیہ عنہ منقبہ“ کے تحت تحریر
کرتے ہیں۔ ”اور لفظ جوہر“ میں لطیف اشارہ ہے اس طرف کہ حقیقت حسن جو آپ کی ذات اقدس میں ہے اس کے حصص
اجزا نہیں کئے گئے بلکہ وہ تمام وکمال اولاد بالذات آپ ہی کی ذات شریف میں منحصر ہے۔ اور اورول پر اس کا سایہ محض پر تو ہے
(بانی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سید بن زید کی محبت | میدان احد میں حضرت سعد بن زید زخمیوں سے چور آخری سانس لے رہے ہیں یہی حال میں صحابہ کرام کو دیکھا تو آخری وصیت کی اور فرمایا:-

اللہ کے رسول کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیں اور اصحاب کو میری یہ وصیت پہنچا دیں کہ محبوب محترم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اپنی جانیں نچھاور کر تے رہیں اور آپ لوگوں کے ہوتے ہوئے اگر محبوب فداہی و امی کو کوئی تکلیف پہنچی تو خدا تعالیٰ آپ کو کبھی معاف نہیں فرمائے گا

عمار بن زیاد کی محبت کا منظر | عمار بن زیاد میدان جنگ میں جان، جان آفرین کے سپرد کرنے والے ہیں کہ حضور پر نور ان جسم گھسیٹ کر قدموں میں ڈال دیا اور زبان حال سے عرض کیا اگر کوئی آرزو ہو سکتی ہے تو بس یہی ہے:-

منم و ہمیں تمنا کہ بوقت جاں سپردن برنج تو دیدہ باشم تو درون دیدہ باشی

بلال بن ابی رباح کے شوق کا منظر | حضرت بلال کی وفات کا وقت قریب سگڑت کے لمحات اور ابڑی فسراق کی شرارت کے انھیں دھناتے ہیں۔ نہیں نہیں، میرے لئے تو بڑی خوشی اور مسرت کا موقع ہے۔ میں تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور احباب کی زیارت سے شرفیاب ہونیوالا ہوں!

ابن مسعود کی منفرد آرزو | غزوہ تبوک میں عبداللہ مرنی نامی صحابی وصال فرما گئے۔ اس سعادت آثار صحابی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس قبر میں کھڑے ہو کر اتارا اور دعا فرمائی کہ خدایا میں اس سے راضی رہا تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت ابن مسعود پوری زندگی اس منظر کو نہ بھول سکے۔ جب کبھی اس واقعہ کو یاد کرتے تو پھوٹ پھوٹ کر روتے، لگتا تھا ان کی زندگی کی واحد آرزو یہی رہی کہ کاش عبداللہ مرنی کی جگہ قبر میں انھیں اتارا جاتا اور یوں خصوصی رضا و شفقت کا سزاوارد وہی بنتے!

غلام بن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، قلبی وابستگی، اشتیاق و اضطراب کے یہ کیسے حسین مناظر ہیں اور یہ کیسے حیران کن اور اثر انگیز نقوش ہیں جن کی لازوال قوت اور فصد کن اثر کے سامنے مخالفین کی تنہی ہوئی گردنیں جھک ہی جاتی ہیں اور وہ بر ملا اعتراف کرتے ہیں کہ محبت کے اس سیل رواں کے سامنے جھک جانا ہی عزت و عافیت اور نجات مسما ہے۔

عروہ بن مسعود جو ایک اعلیٰ درجہ کے سفارت کار اور سیاست میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ دنیا کے عظیم حکمرانوں کے دربار میں سفارتی فرائض بڑے سلیقہ سے انجام دے چکے ہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر بارگاہ رسالت میں قریش کی طرف سے یہی صاحب سفیر منتخب ہو کر آتے ہیں، مگر زندگی میں پہلی مرتبہ نہ فقط وہ اپنی لاشعور میں شکست و ریخت سے دوچار

لہ حال حول الرسول!

ہو گئے:- فقط اس کی سفارتی مہارت اور اعلیٰ درجہ کی صلاحیتیں، حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لازوال منظر اور اثر انگیز نقوش کے سامنے دب کر رہ گئیں۔ بلکہ اپنی قوم کے سامنے اپنی بے بسی اور غلامان مصطفیٰ کی ناقابل تسخیر محبت، صداقت، عظمت کا وائسگات الفاظ میں اعتراف کرنا ضروری سمجھا، ان کے تاثرات کی جھلک خود ان کی اپنی زبانی بخاری شریف میں کچھ اس طرح ہے:-

”میری قوم! اللہ کی قسم میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پڑسکودہ دیاروں میں بارہا گیا ہوں، مگر مجھے تعظیم و محبت کا ایسا کوئی منظر نظر نہیں آیا۔ جس طرح میں نے اصحاب محمد کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے، خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب کبھی کھنکھار پھینکا تو وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں پڑا پھر وہ اسے (بارکت جان کر) اپنے منہ اور جسم کو مل لیتے تھے۔ جب وہ وضو فرماتے ہیں تو ان کا پانی زمین پر گرنے نہیں دیتے بلکہ اس (بارکت) پانی کے حصول کے لئے آپس میں لڑنے مرنے کے لئے آمادہ لگتے ہیں۔ جب وہ گفتگو فرماتے ہیں تو اصحاب کی آواز پست بلکہ بالکل بند ہو جاتی ہے، اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے ان کی نظریں آپ کی طرف جتی نہیں جھپٹیں“

معلوم ہے یہ مشاہدات و تاثرات کس کے ہو سکتے ہیں؟ یقین کیجئے یہ تاثرات اعلیٰ درجہ کی صلاحیت کے حامل ایسے سفارت کار کے ہیں جو اعداء اسلام کی صف میں سربر آوردہ لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے!

زید بن حارثہ کی محبت کی ایک جھلک | زید بن حارثہ کی اپنے آقا دموتے سے محبت اور پر خلوص وابستگی کی کہانی دنیا میں غالباً اپنی نوعیت کی انوکھی کہانی ہے مگر ہے وہ ایک حقیقت

زید زہرفوں کی رہزنی کے نتیجہ میں اپنی ماں کی شفقت بھری گود سے محروم ہو کر اپنے عظیم والد خاندان اور سر زمین سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئے تھے۔ ان کے عم زدہ باپ نے اپنے نور نظر کی تلاش میں جنسیرۃ العرب کا چہ چہ چھان ڈالا، مگر جب یہ ستم زدہ قسمت پھوٹا اور رنج و الم کا پیکر والد ہزاروں حسرتوں اور امیدوں کو لیکر کعبۃ اللہ شریف کی سر زمین میں اپنے سلیم فطرت بیٹے سے ملا اور وطن کی طرف، خاندان، عزیز و اقارب کی طرف شفقت بھری مامتا کی طرف لوٹ کر چلنے کو کہا تو اسے جواب ملا ہے:-

”میں اللہ کے رسول کے مقابلے میں کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ بس وہی میرے لئے

بمنزلہ باپ کے ہے۔ چچا کے ہے۔ وہی ماں کی شفقتوں کا نعم البدل ہیں“

حضرت حارثہ نے جو کچھ سنا۔ اس پر انھیں یقین نہیں آ رہا تھا۔ مگر بہر حال انھوں نے جو کچھ سنا وہ حقیقت تھی، صداقت تھی۔ محبت کی لازوال تاریخی مثال!!

کیا تاریخ اپنی تمام تر دستوں کے باوجود محبت کی کوئی ایسی روایت کسی دوسری جگہ پیش کر سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے آقا و مولے اور اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت میں اس قدر لذت ملتی ہے کہ ان کی آمد و یابی سے کہ وہاں بھی اسی دن جو جس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ سے ملے تھے؟

حضرت سیدنا عمر بن خطاب جبرائیل کو شوق و محبت سے اس لئے چوم رہے ہیں کہ اس پتھر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مقدس کے لمس کا شرف حاصل ہے۔

سہ تیرے بوسے پر ہم دیتے ہیں بوسہ جبرائیل کو! وگرنہ مسلمان کو کام کیا تھا ایک پتھر سے سیدنا عباس بن عبدالمطلب کا پرنا راستے پر گرتا تھا۔ عمر فاروق نے اسے اکھاڑ دیا۔ حضرت عباس نے حضرت عمر فاروق سے فرمایا: عمر! اللہ کی قسم اس پرنا لے کر اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گردن پر سوار ہو کر لگایا تھا عمر فاروق اتنا سنستے ہی پھٹل گئے اور سیدنا عباس سے گذارش کی کہ اب یہ پرنا لے اسی جگہ پر آپ میری گردن پر سوار ہو کر لگائیے اللہ اللہ! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی کس قدر تعظیم ضروری سمجھی جاتی ہے۔ تعظیم رسول کے فرض کے مقابلے میں ہر قسم کے فرض نظر انداز کئے جاسکتے ہیں!

حضرت علی سے زندگی میں کوئی منہ نہیں چھوٹا۔ اس قدر سخت پابندی کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تھی۔ اس قدر آرام اور سکون کی اہمیت کے پیش نظر وہ عصر کے فرض کو چھوڑ دیتے۔ سیدنا ابوبکر صدیق کے پاؤں کو ساپ کاٹ رہا ہے۔ ابوبکر صدیق یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی نہ تو پاؤں ہٹا کر اپنی جان کی حفاظت کا فرض ادا کرتے ہیں۔ نہ ہٹاتے ہیں، محض اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کی اہمیت، ذات اقدس کی رضا اور تعظیم پیش نظر ہے!

سیدنا علی اور سیدنا ابوبکر صدیق کے اس موقع پر اگر آنسو ٹپکتے ہیں تو اللہ اعلم اصل الامور منہض ادا ہونے کی خوشی میں یا انسانی فطرت کے تقاضے کے تحت! اسی طرح ایک دوسرے موقع پر فقط رضائے رسول کے شدید جذبے کے تحت ابوبکر صدیق گھر کا پورا اثاثہ لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پیش کرتے ہیں پوچھنے پر عرض کرتے ہیں کہ بس گھر میں اللہ اور اس کے رسول کا نام چھوڑ کر آیا ہوں!

کیا گھر میں بچوں کی کفالت کے لئے بقدر حق ہی سہی کچھ چھوڑ دینا فرض نہیں تھا؟ ضرور مگر یہاں نبی رسول اور رضائے رسول کا فرض پیش نظر ہے جس کے مقابلے میں ہر فرض کو قربان کر دینا تقاضائے شوق و یقین ہے! ایک روز سیدنا حسن بن علی، عبداللہ بن جعفر اور ابن عباس، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ نبی سلمیٰ

کے پاس جا کر گزارش کرتے ہیں کہ آتی از راہ کرم ہمیں وہ کھانا کھلاؤ جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرمایا کرتے تھے۔ اس شوق و ذوق کو حبیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے!

سیدنا سالم بن عبد اللہ بن عمر کو اپنے عظیم والد کی طرح ان آثار مقدسہ کی تلاش ہے جہاں کسی بھی ساعت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا ہو۔ نماز ادا کی ہو۔ استراحت فرمائی ہو یا شب میں نزل فرمایا ہو! کیوں؟ محض اس لئے کہ یہ مقامات نسبت رسول سے اب مبارک و مقدس بن گئے۔ شرف روحا اور دیگر مقامات پر اگر برکت و تقدس کے حامل کچھ نشانات اس وقت بھی باقی ہیں تو وہ اس شوق و الفت کی اسی تلاش کی برکت ہیں!

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ مکہ شریف سے واپسی کے موقع پر تین چار میل باہر بظاہر ایک ویران سی جگہ میں قیام فرما کر اپنے ذوق و یقین، شوق و وجدان کی تسلی کا سامان فراہم کرتے تھے۔ جس کا پس منظر بس یہی تھا کہ ایک موقع پر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سرزمین پر قیام سہارا سے بقیہ نور اور بقیہ مبارک بنانے کا شرف بخشا تھا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی بتا سکتے ہیں کہ اس بظاہر ویران سی آبادی میں قیام سے دل کی دنیا ذوق و عرفان عشق و لگی سے کس قدر مملو اور پر کیف ہو جاتی ہے۔

مقامیکہ نشان کف پائے تیرے بود
سالمبا سجدہ گہ اہل نظر خواہر بود
عارف بھٹائی نے خوب فرمایا ہے:۔

دھن راتوی۔ سی سو نہاں اھند
شیخ الاسلام حافظ تقی الدین ابن دقیق العید نے اس شوق و ذوق کو الفاظ کا رنگ کچھ اس طرح دیا ہے۔
یاسا شرا نحو الحجاز شمر۔ اجدد قدیتک فی المیسر فی السراء
فانصد حیث النور لشرق ساطعا۔ والطرف حیث تراء النور متعطر
قف بالمنازل والمناهل من لدن وادی قبا الی جحی ام القری
وتوخ آثار النبی نضیع بھا۔ متشرقا خدایت فی عفر الشوی
واذا رایت مھا بط الوجی الی نشر علی الافاق نور انورا
فانصدھا ناک ما رایت شبیھا۔ مذکنت فی ما صنی الزمان لا تری

یعنی۔ مسافر حجاز! میں تیرے دن رات کی سیر پر قربان جاؤں۔ اس سفر میں ہمت اور جدوجہد کر اس مبارک مقام کا لئے اس لئے کہ مستحب التتبع لآثار النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتبرک بھا ولہ یزل الناس تبارکون بمواضع الصالحین
عمرۃ القادی ۲۷
اقتضاء آثار علیہ الصلوٰۃ والسلام تبرک بہ وتعظیم لہ قسط لای

قصہ کہ جہاں توجہ ملے گا وہاں ہے۔ جہاں کی مٹی عطریزی کر رہی ہے۔ مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کی درمیانی منزلوں اور چشموں پر قیام کر کے خوب لطف اندوز ہو اور وہاں آثار نبی تکش کر، ان کی زیارت کر اور روئے خاک پر اپنے رخسار رکھ کر برکت و ذوق حاصل کر؛

جب وحی نازل ہونے کے مقامات کی تجھے زیارت نصیب ہو جائے تو یقین کر لے کہ اس کی مثل تو نے کہیں نہیں دیکھی اور نہ دیکھ پائے گا۔ انہی مقامات سے وہ انوار پھوٹے جس نے پوری کائنات کو جگمگا دیا۔

(وفات الوفیات ترجمہ ابن دوقیر بیروت عربی ۱۹۶۷ء)

محبت اپنے اندر ایک کائنات کو سموئے ہوئے ہے۔ وسیع کائنات، فداکاری، محبت کی ہمیشہ آرزو ہوتی ہے۔ اگر محب کے پاس گردنوں جانیں ہوں۔ تب بھی اس کی معراج و منتھا محبوب کے قدموں میں فدا کر دینا ہے۔ حضرت زبیر بن عوام کے جسم کا کوئی حصہ تلوار اور نیزوں کے زخموں سے خالی نہ تھا۔ آپ کے رفیق حضرت طلحہ نے ایک مرتبہ جب اس کثرت سے زخموں کے نشان دیکھے تو حیران رہ گئے: زبیر نے آپ کی حیرت دور کرتے ہوئے فرمایا: ”طلحہ! اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ خدا کی قسم! یہ ایک ایک خم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ملا ہے۔“

قاضی ابویوسف کے سامنے ایک حدیث شریف بیان کی گئی۔ جس کے مطابق آپ کدو کے سالن کو پسند فرمایا کرتے ایک شخص نے اٹھ کر کہا مگر مجھے کدو پسند نہیں! اس جملے میں امام ابویوسف نے اس شخص کی طرف سے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی استخفاف محسوس کی اور اس پر تلوار کھینچ لی۔ فرمایا اپنے لیسان کی تجدید کر، ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ حضرت مشعلی حالت نزع میں ہیں سخت تکلیف سے لوگوں نے انھیں وضو کرایا مگر ان سے خلال کی سنت چھوٹ گئی۔ یاد آیا تو بڑا دکھ ہوا۔ فرمایا پھر سے وضو کر اؤ تاکہ مسنون طریقے سے خلال کر لوں۔ لوگوں نے آپ کی تکلیف کے پیش نظر اٹنا چاہا تو نہایت عاجزی سے فرمایا ”قریب ہے کہ میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ جاؤں۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنے محبوب سے اس حال میں ملوں کہ آپ کی سنت مجھ سے ترک ہو گئی ہو۔“

دوبارہ وضو کرایا گیا۔ وضو سے فارغ ہوتے ہی روح قفسِ عمری سے پرواز کر گئی اور جب آپ اپنے محبوب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ادب و تعظیم کی حدود کی کامل رعایت کے ساتھ۔

ع۔ خدا رحمت کند ایسے عاشقانِ پاک طینت را

تبرکات اور آثار شریف حصولِ بکثرت اور شرفِ اندوزی
ابن اثیر اور ذرات کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے نسبت ہوا سے بابرکت یقین کرنا، شفا کا وسیلہ جاننا یہی تقاضائے محبت و ایمان ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ میں سر مبارک کے بال کوٹائے تو تمام موبائے مبارک صحابہ میں تقسیم ہوئے جن سے صحابہ نے ہمیشہ برکت حاصل کی۔ خالد بن ولید نے کچھ موبائے مبارک اپنی ٹوپی میں بطور تبرک رکھ لئے تھے۔ اور حصولِ نصرت کے لئے ٹوپی میں سی لئے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خالد بن ولید کی بہادری، شجاعت اور ان کی فتوحات ان ہی موبائے مبارک کی برکت سے تھیں؛ ایک لڑائی میں حضرت خالد کی یہ ٹوپی گر گئی تو اس کے حصول کے لئے ایسا جنگی خطرہ آپ نے مول لے لیا کہ جس کا کوئی دوسرا سپہ سالار تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ سب محض تبرک کی حفاظت کیلئے تھا۔ حضرت عبیدہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مو سے مبارک مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہے (بخاری)

ام المؤمنین ام سلمہ کے پاس آپ کا مو شریف ایک درج عاج میں دبتا تھا، جس سے آپ مریضوں کا علاج اس طرح فرمایا کرتیں کہ اس ڈبہ کو پانی میں ڈال کر نکال لیتیں اور وہ پانی مریض کو پلا دیتیں اور مریض شفا یاب ہو جاتا۔ ثابت بنی، سیدنا عمر بن عبدالعزیز، حضرت امیر معاویہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ اور تابعین کرام نے آپ کے موبائے مبارک اور ناخن ہائے اطہر و مقدس کے یزوں کو بعد از وفات اپنی آنکھوں، کفن اور زبان کے نیچے رکھنے کی وصیت فرمائی اسل میں پر کہ ان کی برکت سے ہماری مغفرت یقینی بن جائے۔ (سیرت رسول شریف)

حضرت انس، بی بی اسماء بنت عمیس، حضرت سہیل بن سعد، ابو حازم، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت بن انس، ابن مامون، خداش بن ابی خداش کے پاس ایسے چوبی پیالے محفوظ تھے جن میں کسی وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی نوش فرمایا تھا۔ اور صحابہ کرام نے تبرک جان کر اپنے پاس نہ فقط محفوظ کیا۔ بلکہ دوسروں کو بھی عطا فرمائے۔ سیدنا عمر فاروق۔ حضرت خداش کے پاس جب جاتے، تو آب زمزم پینے کے لئے حضرت خداش سے وہی مبارک پیالہ لیتے اور اس میں پانی پیتے۔

حضرت انس کے ہاں جو مبارک پیالہ تھا۔ اس کو حاکم وقت نے آٹھ لاکھ درہم کے عوض حاصل کیا تھا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں اس پیالہ کی نہ فقط زیارت کی بلکہ اس مبارک پیالہ میں پانی پینے کا شرف بھی حاصل کیا۔ شرح شامل للحدیث علی قاری ص ۲۳۹

بی بی اسماء بنت عمیس دودھ کے پیالے کو بار بار ہونٹوں پر پھیرا رہی ہیں۔ محض اس جگہ سے حصولِ برکت کے لئے جہاں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ تناول فرماتے وقت ہونٹ مس ہوئے تھے۔ (معجم صغیر طبرانی ۸۷، سیرت رسول) حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاں ایک کمرے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند تبرکات محفوظ تھے جن کی عمر بن عبدالعزیز ہر روز ایک بار زیارت ضرور کرتے نیز سادات اور شرفاء کو گاہے گاہے یہ سعادت حاصل کرنے کا موقع بھی فراہم فرماتے تھے؛ (مدارج شریف)؛

محبوب و محسن کا کثرت سے ذکر ایک طبعی اور فطری امر ہے۔ حضور سرور کائنات فرمودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کائنات پر احسانات و انعامات کا اگر خفیف سا بھی تصور ذہن میں ہو تو ایسے عظیم و محسن کے ذکر کے لئے طبیعت میں ایک اضطراب و کیفیت پیدا ہونا لازمی امر ہے۔

آپ کے ذکر مبارک میں عشاق کو جو لطف و ذوق حاصل ہوتا ہے۔ اس کا بیان الفاظ میں مشکل بن نہیں سکتا۔ ناممکن ہے معنوی اور روحانی فقیہ زید بن اسلم کی ایک روایت جسے حدیث و سیرت کی تقریباً تمام کتب میں بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ ”سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور خلافت میں رات کو معمول کے مطابق مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے کہ چانک ان کے کانوں میں ایک درد بھری آواز سنائی دی اس آواز کو سن کر حضرت عمر فاروق کے پاؤں وہیں رک گئے۔ وہ سراپا ہمت بن گئیں گمش ہو گئے۔ یہ آواز ایک عمر رسیدہ عورت کی تھی، وہ حب رسول اور فراق نبی میں ڈوب کر ایک محسن کو بار بار دہرا رہی تھی۔“

عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَوةُ الْأَبْرَارِ صَلَّى عَلَيْهَا الطَّيِّبُونَ الْآخِيَارِ

قَدْ كُنْتُ قَوَامًا بِكَاءَ بِالْأَسْحَادِ بِأَلِيَّتِ شَعْرِي وَأَمْلَنِيَا أَطْوَارِ

هَلْ تَجْمَعُنِي وَحَبِيبِي الدَّارِ

تصوّرات کی ایک حقیقت مآب دنیا میں وہ پیر زوال دل منظر کے ساتھ کبھی محبوب سید المرسلین سے مخاطب ہو کر لذت ذکر حاصل کرتی، کبھی صلوة و سلام عرض کرتی اور کبھی آخرت میں زیارت سید المرسلین کے لئے بے چین اور مشتاق ہوتی۔

سیدنا عمر فاروق اس ذکر اور شوق سے اس طرح لطف اندوز ہوئے کہ اشکیار ہو گئے اور روتے روتے آپ کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ ذوق و شوق اور لذت انبساط سے سیری کہاں ہوتی ہے۔ جب وہ پیرزن خاموش ہو گئی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا نام بتا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ پیرزن نے کہا۔ عمر سے میرا کیا کام؟ عمر فاروق نے منہ میں کیں اور عرض کی گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ خدا را دروازہ کھولو اللہ تمہیں رحمت سے نوازے۔ دروازہ کھولا گیا۔ عمر فاروق گھڑیں داخل ہوئے اور درخواست کی وہ کلمات پھر سے سنائیے جو کچھ دیر سے میں باہر کھڑا آپ سے سن رہا تھا جب اس عجوزہ نے وہ اشتعار دہرائے تو عمر فاروق نے درخواست کی کہ اپنے حبیب و محبوب محمد رسول اللہ اپنے ساتھ مجھ حقیر کو بھی اپنی ان پر خلوص دعاؤں میں شامل کر لو۔ یعنی اس طرح کہو ”وَعَدَ فَاغْضَلْهُ يَا غَفَا“ اشتیاق اور فراق و وصال کی امید کے لمحات محبت سے نا آشنا لوگ کیا جانیں۔ یہ کوئی تڑپنے اور تڑپنے والوں سے معلوم کرے۔

لَذَّتْ سَوْزِ دروِل کیا ہے کوئی کیا جانے

خالد بن معدان رات کو آرام کے لئے اپنے بستر پر دراز ہوتے ہیں تو بے قرار دل کو قرار دینے کے لئے اپنے محبوب کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور اس شوق سے مجبور اپنے اس اشتیاق اور اضطراب کا اس وقت تک اظہار کرتے رہتے ہیں جب تک نیند غالب نہ ہو جائے۔ پھر یقیناً خواب کی دنیا میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال و جمال سے لطف اندوز ہو کر دائمی مسرتوں اور لازوال نعمتوں میں کھو جاتے ہیں۔

هَمْدًا صَلَى وَفَضْلَى وَالِيَهُم يَحْتَقِ قَلْبِي

طَال شَوْقِي إِلَيْهِمْ فَعَجَلَ دَجَابَتْنِي الدَّعَى

بیت المقدس فتح ہونے پر عمر فاروق اور غلامان اسلام کو کس قدر خوشی ہو سکتی تھی اس کا اندازہ الفاظ میں ممکن نہیں، اس مسرت آگس موقع پر حضرت عمر فاروق نے ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساز کو اس طرح چھیڑ دیا کہ سیدی بلال سے اذان کی درخواست کی (آپ نے جمال محمدی کو سامنے رکھ کر اذان دینے کی عادت بنا رکھی تھی۔ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ اذان نہیں دیتے تھے) امیر المؤمنین کے حکم سے سرتابی مشکل سمجھ کر فراق حبیب سے شکستہ حال حضرت بلال نے اذان دی۔ اس اذان نے حب رسول سے آباد دلوں کو پھر سے بارگاہ رسالت کی پر جمال محفل میں پہنچا دیا۔ اور حضرت عمر فاروق روتے روتے سراپا سوز و گداز بن گئے۔

محقق علی الاطلاق شارب مشکوٰۃ حضرت شیخ عبدالحی محدث دہلوی نے ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر رسول ایک سبزی فروش کا ذکر رسول

فرماتے ہیں ”اس فقیر نے ایک مرتبہ صفا مروہ کے قریبی بازار میں ایک سبزی فروش کو دیکھا کہ وہ اپنی سبزی کو تازہ رکھنے کے لئے پانی چھڑکتے ہوئے کہتا جاتا ہے۔“

يَا بَرَكَةَ النَّبِيِّ تَعَالَى وَانْزِلِي وَلَا تَرْجَعِي

”اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت میرے ہاں تشریف لے آ، اور اپنی منزل بنا لے پھر کوچ کرنا چھوڑ دے۔“ ان الفاظ نے شیخ صاحب کے دل کو بقیہ رکھ دیا کہ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معور دل اپنے محبوب کو یاد کرنے کے کیا کیا طریقے تلاش کر لیتے ہیں ان الفاظ نے ان کے قلب پر حب رسول کے ایسے ابدی نقوش چھوڑے جن کی یگانہ آفرینی آج بھی دہن دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

برصغیر کے مشہور عارف باللہ پاکارہ خاندان کے مؤسس اعلیٰ پیر سید محمد راشد روضہ والا ٹی بٹدر جہاں سے لوگ حرمین شریف کے سفر کا آغاز کرتے تھے اسے گزرے تو بے اختیار رو پڑے اور فرمانے لگے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں سے حرم شریف اور دیار حبیب کو مشتاقان دیدار جہاں جاتے ہیں۔

وصافان حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حسنہ وجمالہ کے صوری اور معنوی حسن وجمال، صباحت و ملاحت کے بھی عجیب انداز ہیں کچھ مشتاقان حسن وجمال۔ ذوق دید میں استغراق کے باوجود محض اس لئے بتیابے ببقرار اور غم زدہ ہیں کہ آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور موافقت کس طرح ممکن ہو سکے گی۔ بعض مشتاق اپنے گھر میں نظائر سکون سے بیٹھے ہوئے ہیں مگر اچانک یاد حبیب سے ببقرار ہو کر حسن وجمال صلی اللہ علیہ وسلم سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے دُور کر آتے ہیں اور ربیعین کعب کی ہمت پر فدا ہونے کو جی چاہتا ہے کہ حسن لم یزل صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حال پر مہربان ہو کر طلبِ عرضِ مدعا کی اجازت عطا فرماتے ہیں کہ آج جو کچھ مانگنا ہے، مانگ لو!

جواب میں ربیع کی فقط ایک خواہش ہے اور بس۔ اور وہ یہ کہ جنت میں بھی حسن وجمال صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت میسر ہو۔

یہ کس نوع کا شوق ہے کہ جنت کی تمام تر رغبتوں کے باوجود جنت پر نظر نہیں، نظر ہے تو فقط سرکارِ ابد قرار کے حسن وجمال کی زیارت پر!

مشتاقان حسن وجمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک اور قدسی جماعت بھی ہے جو اول الذکر جماعت سے مختلف ہے اور بہت مختلف۔ یہ نفوس قدسیہ اپنے سر اور دل کی آنکھوں سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن وجمال کا بلا واسطہ اور بالمشافہ مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اور اس مشاہدہ کو آنکھ کیمبرہ کی آنکھ کی طرح اپنے اندر محفوظ کر لیتی ہے۔ اگرچہ حسن وجمال صلی اللہ علیہ وسلم کی صبح عکاسی سے آنکھیں قاصر ہیں۔ پھر بھی ارباب مشاہدہ اپنے اپنے ذوق۔ استعداد کے مطابق اس جنت نگاہ منظر کو بے کم و کاست دوسرے سعادت مندوں تک پہنچاتے ہیں!

حسن وجمال کے ایک ایک نقش کی اس محافظ اور امین جماعت کو احادیث اور سیرت طیبہ میں وصاف کے نام سے

لے ابن کثیر کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کو غزوہ پاکر، غم کی وجہ دریافت کی تو وہ شدت جذبات سے بے قابو ہو گئے۔ اور عرض کیا یا نبی اللہ! آج تو ہم اپنی بے تابوں اور ببقراروں کو آپ کے حسن وجمال کی زیارت سے تسکین دے لیتے ہیں، مگر آخرت میں ہماری اس ببقراری اور ذوق دید کی تسکین کس طرح ہوگی؟

(ابن کثیر ۵۲۲ جلد ۱)

یہ وصاف "واصف" کا اسم مبالغہ ہے جس سے مراد ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صوری اور معنوی اوصاف حمیدہ، ماریف و حافظہ اور کثرت سے بیان کرنے والا!

نیم الریاض۔ علاء خاچی ۱۹۳۳ شرح الشائل۔ ملا علی قاری ص ۳۱

یاد کیا گیا ہے۔ عرب اپنے موارد غضب کی یادداشتوں میں منفرد اور یکتا ہیں مگر محبوب اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن وجمال کی منظر نگاری میں وہ سخت محتاط ہیں۔ اس لئے کہ امکان بشری کی کوتاہی کہیں ضبط اعمال و ایمان کا باعث نہ بن جائے۔ اور اس لئے بھی کہ مقررین بارگاہ رسالت پر ذات محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنت و جلال کا دہرہ اور جلالت اس قدر طاری رہتی تھی کہ وہ بارگاہ رسالت سے بے پناہ محبت و عقیدت کے باوصف اپنے قلبِ نظر کے ذوق کی کماحقہ تسلی نہیں کر پاتے تھے۔ دنیا کے مشہور مسلم دانش مند اور سیاست دان عمر دین عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے!

"اسلام قبول کرنے کے بعد میرے قلب و نظر میں سب سے زیادہ محبوب اور جلیل القدر فقط محبوب رب العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی۔ بایںہمہ آپ کا مقدس و متورسراپا، خدوخال اور اوصاف حمیدہ بیان کرنا میرے لئے مشکل ترین کام ہے اس لئے کہ میں نے اپنے اندر کبھی ایسی ہمت نہیں پائی کہ آنکھیں سیر ہو کر آپ کے دیدار سے مستنیر و مستفید ہو سکیں!

پھر بھی صحابہ کرام کے نفوس قدسیہ میں ایک ایسی جماعت تیار ہو گئی جس نے صاحب خلق عظیم، بہت جبریل اور صوفی معنوی حسن وجمال کے موصوف حقیقی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک نقش کو محفوظ کر کے دوسروں تک اس حنباط سے پہنچا دیا کہ اگر آپ تحقیق و تنقیح کے اعلیٰ ترین معیار پر ان روایات کو پرکھنا چاہے۔ اور اگر عقیدت و محبت، ایمان اور ایقان کی کوئی پران روایت کو جانچیں۔ تو آپ کچھ ایسا محسوس کریں گے کہ واقعی وہ بے مثال سراپا اور اس کے محترم و مقدس خدوخال آپ کے قلب و ذہن میں مرتسم و مستحضر ہو گئے ہیں!

ان قاتکم ان تروہ بالعیون فنا
لیفوتکم و صفہ ہذا شائلہ
مکمل لذات فی خلق و فی خلق
و فی صفات فلا تخص فضائلہ

اخلائی ان شط الحیب ددارہ
دعتر تلافیہ و نائت منائرہ
و فانکم ان تبصروا بعینکم
فنافاتکم منہ فہذا شائلہ

جن نفوس قدسیہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصاف ہونے کا اعزاز حاصل ہوا ہے ان میں سے کچھ اسمائے گرامی یہ ہیں:- سیدنا ابوبکر صدیق۔ امہات المؤمنین بالخصوص بی بی عائشہ صدیقہ۔ سیدنا علی۔ سیدنا عمر فاروق۔ ہند بن ابی ہالہ حضرت حسن بن علی حضرت جابر بن سمرہ۔ سیدنا انس۔ سیدنا ابن مسعود۔ سیدنا ابن عباس۔ سیدنا ام سلیم۔ سائب بن یزید حضرت

ابوالدرداء - برابر بن عازب - ام خالد بنت خالد بن سعیدہ حسان بن ثابت - عبداللہ بن عمرو بن العاص - کعب بن مالک رجب
بنت مسعود اور ابوالطفیل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان نفوس قدسیہ کی افضل ترین مصروفیت بلکہ اعلیٰ عبادت ذکر حبیب اور
یاد حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔

خدا سودا اگر دے تو سودا دے تری زلف پر لیشاں کا

ابوالطفیل بصرہ میں وصال فرمانے والے آخری صحابی ہیں ان کا معمول تھا کہ عاشقان جمال مصطفوی صلی اللہ
علیہ وسلم سے فرسے تھے کہ اس وقت جمال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا واسطہ مشاہدہ کرنے والا صرف میں ہی ایک مسرور
اعتیہ حیات ہوں۔ لہذا مجھ سے اوصاف حمید کے درہائے شاہوار کو جس قدر رحاں کر سکتے ہو حاصل کر لو اور سینوں میں محفوظ
کر لو۔

بقصرہ کے تابعی محدث سعید جریری اور عامر بن واثلہ لشی حسن و جمال کی صفت سننے کے لئے خدمت اقدس میں
حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمیں کمال حسن و لطافت جمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ کیجئے۔

مصلحت دیدن آل ست کباراں ہمہ کار بگر ازند و جسم طرہ یاسے کیسہ زند

سیدنا حسن بن علی اپنے ماموں ہندین ابی ہالہ کے پاس اپنے ذوق و شوق اور عشق جمال رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کا جذبہ لیکر حاضر ہوتے ہیں تاکہ آپ کے صوری اور معنوی حسن و جمال کے استحضار سے دل مشتاق اور نظر
بیتاب کے سکون و انبساط کا سامان فرماہم کریں۔

سیدنا جابر بن سموا مشتاقان حسن و جمال صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہے ہیں کہ آپ کے ریش مبارک میں
تقریباً بیس سفید موئے مبارک تھے اور وہ بھی تیل لگانے کے بعد نظر نہیں آتے تھے۔ ایک محفل میں کسی نے آپ کے رخ
زیبا کو شمیر کی طرح عریض و لامع کہا۔ تو جابر نے فرمایا نہیں نہیں۔ آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن اور گولائی کی
طرف مائل! ایک بار جابر بن سمہ کے بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ شفقت و مہربانی رخسار پر ہاتھ پھیرا۔ تو
وہ پوری زندگی دست مبارک کے مس کی ٹھنڈک اور اس کی عطرینیری محسوس کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میرا وہ کمال
میرے دوسرے کال سے زیادہ حسین و جمیل نظر آتا تھا۔

سیدنا انس فرماتے ہیں آپ کی رنگت روشن اور پسینے کے قطرے موتی کی طرح چمکدار اور مشرق و مغرب
سے زیادہ معطر تھے۔

گلاب کہتے ہو کیا، عطر صد بہار کہو حضور سرور کونین کے پسینے کو! (رشتہ نبوی)
آپ کی مقدس کف دست کے سامنے حریر و دیباچ کی نرمی کی کوئی حقیقت نہیں تھی!

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم تفصیلی طور پر اوصاف جمال نبوی بیان کرنے کے بعد خلاصہ پیش کرتے ہوئے
فرماتے ہیں:-

”جو بھی آپ کی صفت اور منت بیان کرنا چاہے گا۔ وہ یہی کہیگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا
نہ میں نے پہلے دیکھا ہے اور نہ بعد میں دیکھ سکوں گا۔“

ربیع بنت معوذ ایک مشتاق جمال محرمی صلی اللہ علیہ وسلم کو تبارہی ہیں کہ ”بیٹا! اگر تم اس حسن و جمال جہاں آرا
کو دیکھتے تو تمہیں ایسا محسوس ہوتا گویا سورج طلوع ہو رہا ہے“ یعنی آپ کے رخ اور جمال و جلال اور تجلیات کا اس
قدر غلبہ تھا۔

سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے صاحب خلق عظیم کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو وہ فرماتی ہیں تمہیں پتہ نہیں آپ
تو کما حقہ موقوفہ کے ظل مجسم ہیں اور قرآن ہی تو آپ کے اسوۂ حسنہ کی لوح محفوظ ہے!
سیدنا ابوبکر صدیق کو اکثر و بیشتر ایک نعتیہ بیت گنگناتے دیکھا جاتا تھا:

۳۵ امین مصطفیٰ بالخیبر یسعدو کضوء البدر ایدہ الظلام

سیدنا عمر فاروق زبیر بن سلمیٰ کا ایک شعر عموماً پڑھتے تھے اور فرماتے تھے اس شعر کا مصداق ہے
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی موبی نہیں رہتا۔

۳۵ لو کنت من شیء سوئے بشر کنت المضر لیسۃ البدر

سیدنا ابن عمر آپ کے حسن و جمال کے استحضار کے لئے سیدنا ابوطالب کا ایک شعر مسجد نبوی میں عموم
پڑھتے نظر آتے ہیں:-

۳۵ و ابیض لیستسقی الغمام بوجہ شمال الیقنی عصمتہ للادامل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد آپ کی چوہی رونق جاتی ہیں اور حسن و جمال کے استحضار کے لئے انتشار بھی پڑھ
رہی ہیں:- علی بن جوہر ابوالد موعہ اسواجہ علی المرتضیٰ کالبدر دمن الہاشم

سہاک بن حرب سراپا شوق ہے جابر بن سمہ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہیں کہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی محفل مقدسہ کا نقشہ ملا خطہ کرنا ہے!

حضرت انس کی والدہ ماجدہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ آپ کے قیلوہ کے وقت پسینے کے قطرات جمع
کر کے خوشبو میں ملا لیتی ہیں۔ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر عرض کرتی ہیں میں آپ کے قربان
یہی تو ہماری نفیس ترین خوشبو اور عطر ہے جس میں آپ کے پسینے کے چند قطرات ملائے گئے ہیں اور اس سے ہم بہت

کی امیدیں رکھتے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں جب کبھی شادیاں ہوتیں تو مہر کے عطر کے لئے لوگ بی بی ام سلیم کے در و دولت پر حاضر ہوتے!

سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو آپ کے دندان ہائے مبارک کے درمیان سے نور خارج ہوتا دکھائی دیتا تھا کعب بن مالک فرماتے ہیں۔ انبساط و مسرت کے وقت آپ کا رشتہ زینا چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا اور ہم اس کیفیت کو بخوبی محسوس کرتے تھے۔

عطاء بن یسار، عبداللہ بن عمرو بن عاص سے تورات کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اور ابن عمرو بن عاص فرماتے ہیں:-

”خدا کی قسم، آپ تورات میں بھی بعض ایسی صفات سے موصوف ہیں۔ جیسی قرآن حکیم میں آپ کی صفت بیان کی گئی ہے (۱)۔“

بیسہ قی کی ایک روایت کے مطابق آپ ایک یہودی بچے کی عبادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں لڑکے کا والد تورات پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اسے قسم دے کر فرمایا بتاؤ تورت میں میری صفت بتھیں نظر آئی اس نے تو انکار کر دیا مگر اس کا لڑکا پکارا تھا، ”ہاں! ہاں!“ بیشک ہم آپ کی نعت و صفات اور ہجرت وغیرہ کا ذکر تورت میں پڑھا کرتے ہیں۔ اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت صفت کی برکت سے یہ لڑکا حلقہ بکوش اسلام ہو گیا۔

وصاف، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کو آپ بغیر مطالعہ فرمائیں اور ذوق و عرفان آپ کی یادری کرے تو آپ اپنی عقیدت کو عظمت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بحر انبساط و نشاط کی کیفیات سامعین کی آنکھوں سے پڑھی جا سکتی ہیں

یوں محسوس ہوتا ہے کہ گرامی تدر و صفایان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا ذخیرہ اپنی وسعت کثرت کے باوجود اپنی تنگ دامانی کی شکایت کر رہا ہے۔

دامان نہ کچھ تنگ گل حسن نو بسیار
کچھیں نظر از تنگی دامان نگہ دارد
اور وجہ یہ ہے کہ جس حسن و جمال کو خلاق عالم نے بے مثل و بے عدیل تخلیق فرمایا ہو اس کے صوری و معنوی رفعتوں کا احاطہ الفاظ سے ممکن ہو تو کیونکر ہوا!

نہ حسن یار را غایت
نہ سعدی را سخن پایاں
اس لئے محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام ربانی، ابن حجر ہیتمی، علامہ حقی، سید عبد الغنی نابلسی، سبوطی اور ملا علی قاری رحمہم اللہ تعالیٰ نے بجا طور پر ارشاد فرمایا ہے:-

مکلف عاقل پر فرض ہے کہ وہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ ”بلاشبہ اللہ سبحانہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم شریف کو بے مثال پیدا فرمایا اور یہ کہ آپ کے جسم النور کی خوبیاں نہ تو آپ سے پہلے کسی میں ظاہر ہوئیں نہ بعد میں ظاہر ہوں گی!“

ذوق ایمان و ایقان کے لئے ایوالکلام آزاد کا یہ قول ملاحظہ ہو: ”خدا کی الوہیت و ربوبیت جس طرح وحدہ لا شریک ہے، کوئی ہستی اس کی شریک نہیں۔ اسی طرح اس انسان کامل کی انسانیت اعلیٰ اور عبدیت کبریٰ بھی وحدہ لا شریک ہے کیونکہ اس کی انسانیت و عبدیت میں کوئی اس کا ساجھی نہیں۔ اور اس کے حسن و جمال کی فردیت کا کوئی شریک نہیں!“

منزلہ عن شریک فی محاسبہ
شربت سے شمس پاک ہیں اوصاف مصطفیٰ
خجوا هو الحسن فیہ غیر منقسم
وہ جو ہر جمال ہے تقسیم سے ورا (دشمن برائی)

شعریا سحر

شعر کو تاثیر کے تناظر سے دیکھیں تو وہ لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے ”سحر“ سے ملتا جلتا ہے۔ شعر نہ صرف ذہن اور قلب کو متاثر کرتا ہے بلکہ اپنی منفرد خصوصیات کے باعث شدید رقت بھی پیدا کر سکتا ہے۔ شعر میں طلب و تخیل اور خلوص کا حسن شامل ہو تو مخاطب یا سامع اپنے اندر کجلی کی روح جیسی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ اس وقت رنج و الم اور انبساط و نشاط کی کیفیات سامعین کی آنکھوں سے پڑھی جا سکتی ہیں

عرب کلام اللہ کو شعریا سحر کہہ کر اصل میں کلام اللہ کی تاثیر کا اعتراف کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکمت الہی کے تحت اگرچہ شاعر نہیں تھے۔ پھر بھی باہرہ تقدس و عصمت اور عظمت شعر سے محظوظ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ شریہ ثقفی کو آپ نے امیتہ بن ابی الصلت کے اشعار سنائے کا حکم دیا۔ آپ ایک شعر سننے کے بعد دوسرے شعر سننے کا شوق ظاہر فرماتے تا آنکہ ان کے شعر سنائے گئے!

اس اعتبار سے شعر کو ہر وہ نام دیا جاسکتا ہے جس سے روح میں اہتزاز اور قلب و وجدان میں کیف و سرور پیدا ہوتا ہے!

شعر رسول اکرم کی نظر میں
شعر اگر حمد و لغت و دانش و حکمت اور عظمت کے موضوع پر ہو تو وہ ”ان من الشعر“
”الحکمتہ“ کی حدیث کے مصداق مستحسن قرار پایا جائے گا۔ شیخ عبدالحق محدث نے شریہ ثقفی

کی امیدیں رکھتے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں جب کبھی شادیاں ہوتیں تو متبرک عطر کے لئے لوگ بی بی ام سلیم کے در و درت پر حاضر ہوتے!

سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو آپ کے دندان ہائے مبارک کے درمیان سے نور خارج ہوتا دکھائی دیتا تھا کعب بن مالک فرماتے ہیں۔ انبساط و مسرت کے وقت آپ کا رخ زیبا چاند کا کمر معلوم ہوتا تھا اور ہم اس کیفیت کو بخوبی محسوس کرتے تھے۔

عطاء بن یسارؓ عبد اللہ بن عمرو بن ماسر سے قوریت کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اور ابن عمرؓ بن ماسر فرماتے ہیں۔

"خدا کی قسم! آپ تو بات میں بھی بعض ایسی صفات سے موصوف ہیں۔ جیسی قرآن حکیم میں آپ کی صفت بیان کی گئی ہے، دیکھئے۔

بیہقی کی ایک روایت کے مطابق آپ ایک یہودی بچے کی عیادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے، وہاں اس کے والد تورویت پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اسے قسم دے کر فرمایا بتاؤ قوریت میں میری صفت بتائیں نظر آتی اس نے تو انکار کر دیا مگر اس کا لڑکا کھلا اٹھا، ہاں! ہاں! بیشک ہم آپ کی نعمت و صفات اور ہجرت و غزو کا ذکر قوریت میں پڑھا کرتے ہیں۔ اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت صفت کی برکت سے یہ لڑکا حلقہ گوش اسد ہو گیا۔

وصافؓ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کو آپ نے فرمایا اور ذوق و عرفان آپ کی یادری کرے تو آپ اپنی عقیدت کو عظمت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بحر انبساط و نشاط کی کیفیات سامعین کی آنکھوں سے پرمی جاکتی ہیں

عرب کلام اللہ کو شعر یا سحر کہہ کر اصل میں کلام اللہ کی تاثیر کا اعتراف کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکمت الہی کے تحت اگرچہ شاعر نہیں تھے۔ پھر بھی باہر تقدس و عصمت اور عظمت شعر سے محظوظ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ شریہ نقضی کو آپ نے امت بن ابی الصلت کے اشعار سنائے کا حکم دیا۔ آپ ایک شعر سننے کے بعد دوسرے شعر سننے کا شوق ظاہر فرماتے تا آنکہ اس شعر سنائے گئے!

اس اعتبار سے شعر کو ہر وہ نام دیا جاسکتا ہے جس سے روح میں اہتراز اور قلب و وجدان میں کیف سرور پیدا ہوتا ہے!

شعر رسول اکرم کی نظریں حکمت کی حدیث کے مصداق مستحسن قرار پائے گا۔ شیخ عبدالحق محدث نے شریہ نقضی سے سعدی راسخ پایاں اس لئے محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام ربانی، ابن حجر ہیتمی، علامہ حقی، سید عبد الغنی، مابسی، صوطی اور ملا علی قاری رحمہم اللہ تعالیٰ نے بجا طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

حکمت و اتق پر فرض ہے کہ وہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ "بلاشبہ اللہ سبحانہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم شریف کو بے مثال پیدا فرمایا اور یہ کہ آپ کے جسم انور کی خوبیاں نہ تو آپ سے پہلے کسی میں ظاہر ہوئیں نہ بعد میں ظاہر ہوں گی!"

ذوق ایمان و ایمان کے لئے ابوالکلام آزاد کا یہ قول ملاحظہ ہو "خدا کی اوبہیت و ربوبیت جس طرح وحدہ لا شریک ہے، کوئی ہستی اس کی شریک نہیں۔ اسی طرح اس انسان کامل کی انسانیت اعلیٰ اور عبادت کبریٰ بھی وحدہ لا شریک ہے کیونکہ اس کی انسانیت و عبادت میں کوئی اس کا سا بھی نہیں۔ اور اس کے حسن و جمال کی ذریت کا کوئی شریک نہیں!"

منزلہ عن شریط فی محاسنہ
شربت شمس پاک میں اوصاف مصطفیٰ
بجو هو الحسن ذیہ غیر منقسم
وہ جو ہر جمال ہے تقسیم سے ویرا (دشت بدوی)

شعریا سحر

شعر کو تاثیر کے تناظر سے دیکھیں تو وہ لغوی اور معنوی دونوں اعتبار سے "سحر" سے ملتا جلتا ہے۔ شعر صبر و صبر اور قلب کو متاثر کرتا ہے بلکہ اپنی منفرد خصوصیات کے باعث شدید رقت بھی پیدا کر سکتا ہے۔ شعر میں طلب و تمیل اور غلوں کا حسن شامل ہو تو مخاطب یا سامع اپنے اندر کجلی کی رو جیسی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ اس وقت رنج و الم اور انبساط و نشاط کی کیفیات سامعین کی آنکھوں سے پرمی جاکتی ہیں

عرب کلام اللہ کو شعر یا سحر کہہ کر اصل میں کلام اللہ کی تاثیر کا اعتراف کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکمت الہی کے تحت اگرچہ شاعر نہیں تھے۔ پھر بھی باہر تقدس و عصمت اور عظمت شعر سے محظوظ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ شریہ نقضی کو آپ نے امت بن ابی الصلت کے اشعار سنائے کا حکم دیا۔ آپ ایک شعر سننے کے بعد دوسرے شعر سننے کا شوق ظاہر فرماتے تا آنکہ اس شعر سنائے گئے!

اس اعتبار سے شعر کو ہر وہ نام دیا جاسکتا ہے جس سے روح میں اہتراز اور قلب و وجدان میں کیف سرور پیدا ہوتا ہے!

شعر رسول اکرم کی نظریں حکمت کی حدیث کے مصداق مستحسن قرار پائے گا۔ شیخ عبدالحق محدث نے شریہ نقضی

کی مذکورہ روایت کی روشنی میں ضروری ہے، اچھے اشعار سننا مستحسن ہے!

ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، اچھے اشعار کو مستحسن اور برے اشعار کو مذموم سمجھنا چاہئے۔ شعر کے بارے میں کعب بن مالاک کے دریافت کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے خالق کی قسم آپ کے اصحاب کے ہجوئے اشعار کفار کو تیروں سے زیادہ اذیت دیتے ہیں!

ایک بار حسان بن ثابت کے متعلق فرمایا، حضرت حسان نے کفار کی ہجو کر کے نہ فقط مسلمانوں کو کفار کی اذیت سے نجات اور شفاء دلائی ہے بلکہ اپنے لئے بھی دنیا و آخرت میں شفا کا سامان فراہم کیا ہے! ایک بار حضرت حسان سے مخاطب ہو کر فرمایا، جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی مدافعت کرتے رہو گے۔ جبریل امین تمہاری تائید کرتے بن گئی!

ابن رواحہ نے جب یہ شعر پڑھا ہے

فَبَشِّرْهُ اللَّهُ مَا أَتَاكَ مِنْ حَسَنٍ ثَبَّتْ مُوسَى وَلَصَّ كَالَّذِي لَفِرَا

(اس شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال، ثبات و نصرت کا بیان ہے)

یہ شعر سن کر آپؐ بخارخ انور چمک اٹھا، اپنا رخ انور ابن رواحہ کی طرف کر کے بڑی شفقت اور توجہ سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ثبات و استقامت عطا فرمادے!

مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدلت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے لئے سید المرسلین کے حکم سے مینر رکھا جاتا تھا جس پر کھڑے ہو کر حضرت حسان بن ثابت مدح سید المرسلین میں اشعار پڑھتے اور روح القدس کی تائید کی دعائیں حاصل کرتے!

نضر بن عمارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور ایذا رسانی کے نتیجہ میں قتل ہو چکا تھا۔ اس کی لڑکی اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کرتے ہوئے مل گئی اور شدت جذبات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اس قدر زور سے کھینچی کہ آپ کا دوش مبارک کھل گیا۔ اس نے غم کے ملے جلے جذبات کے ضمن میں یہ چند لغتہ اشعار پیش کئے:

أَحْمَدُ وَلَا نَتُحْبِبُهُ فِي قَوْمِهَا وَالْفَخْلُ فُخْلُ مَحْرَقِ

وَالنُّضْرَ اقْرَبَ مِنْ اخَذَتْ بَذْلًا وَاحْقَقْهُمْ إِنْ كَانَ عَتَقَ لِعَتَقِ

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معصوم ذات نضر کی بیٹی کے ان المید اشعار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی!

اپنے فرمایا میں نے جو کچھ ابھی سنا۔ اگر نضر کے قتل سے قبل سنا تو یقیناً اس کے قتل کا فیصلہ منسوخ فرماتا! میرے خیال میں شدت جذبات کے موثر اظہار کا اگر کوئی پیرایہ، کوئی ذریعہ یا طریقہ ہے، تو وہ شعری ہے۔

اگر اشعارِ دول کی گہرائیوں سے نکلے ہوں تو ان کی اثر آفرینی کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے!

مذہب معروضات کی روشنی میں یہ بات قطعی طور پر ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدحیہ اشعار

سے نہ صرف مسرور اور لطف اندوز ہوتے بلکہ آپ سراپا مسرت بن جاتے۔ آپ کی یہی مسرت تائید ایزدی اور روح القدس سے غیبی مضامین کے نزول کا وسیلہ بن گئی! اور آپ کی یہی مسرت، شاعر رسالت مآب کو برکات و عنایات کا سزاوار

بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی اذیت کے لئے کفار نے تمام امکانی حربے استعمال کئے مگر حق کے مقابلے

میں انہیں بری طرح شکست کھانا پڑی۔ آخر الامر کفار نے ہجوئے اشعار اور بیہودہ کلمات سے ایذا رسانی کا سلسلہ شروع

کیا۔ مسلمان اور سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر اپنے آقا و مولے کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتا۔ صحابہ

کرام اس ناقابل برداشت اذیت کے تدارک پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے! اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے ہجوئے زبان کا جواب ہجوئے زبان سے دینے کا اشارہ دیا۔ ارشاد فرمایا "اس قوم کو کیا ہوا جس نے رسول خدا

کی دست و بازو سے تو مدد کی، مگر زبان سے نہیں!" اس ارشاد کے جواب میں حسان بن ثابت مؤدبانہ کھڑے ہو گئے۔

مگر یہ بہت ہی نازک معاملہ تھا۔ کفار کی ہجو کے معنی قریش کی ہجو تھی۔ جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود

قریش سے متعلق تھے۔ حسان نے عرض کی، یا رسول اللہ! کفار کی ہجو کرتے وقت میں آپ کو اس طرح الگ کر دوں گا جس

طرح بال آٹے سے آسانی نکالا جا سکتا ہے۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت کو علم الانساب کے ماہر

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔

یہ حقیقت ہے کہ جب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جواب میں توجید و غطت رسول اور کفار کی ہجو میں اشعار

پیش کئے تو نہ فقط کفار کی زبان درازی کا سلسلہ منقطع ہونے لگا۔ بلکہ رسول اکرم کی مدح و نعت کی برکت سے

تائید ایزدی کا غیبی سامان بھی ہم پہنچا۔ صحابہ کے قلب و ذہن انبساط و مسرت سے معمور ہو گئے!

اس طرح حسان بن ثابت کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ وہ بارگاہ نبوی کے پہلے شاعر مقرر ہوئے۔

آگے چل کر حضرت کعب بن مالاک اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما حمد باری تعالیٰ، نعت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اور حقانیت اسلام کی اشاعت کی اس مؤثر اور عظیم ترین خدمت میں شریک ہو گئے۔
 کعب بن زہیر بارگاہ نبوی میں ایسے موقع پر حاضر ہوئے، جب کہ ان کے قتل کے احکام ان کی زبان و ز
 کے باعث صادر ہو چکے تھے۔ بظاہر تو ان کی تیر اور ان کی نجات کے راستے مسدود ہو چکے تھے۔ آخری امید کے طور پر
 کعب بن زہیر نے لغت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا۔ مدح و لغت کی یہی پر خلوص سعی کعب بن زہیر کے گنا
 سے درگزر اور دین و دنیا میں ان کی سرفرازی کا وسیلہ بن گئی۔ اسی موقع پر کعب رضی اللہ عنہ نے بارگاہ سال
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وہ مشہور عالم قصیدہ پیش کیا جس میں ایک مقام پر رسول رحمت نے اصلاح فرمائی اور خوش
 بھی ہوئے!

ان الرسول لنور يستضاء به مہند من سیوف الهند ملول
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیوف الهند کی جگہ سیوف اللہ کی درستی فرمائی اور اس مدحیہ قصیدہ پر
 کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قدر خوش ہوئے کہ آپ نے انھیں اپنی ردائے مبارک عنایت فرمادی
 رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شعرائے کرام نے پہلی مرتبہ شعر و سخن کی صنف میں منفرد موضوعات
 پیش کئے اور توحید و رسالت کے پیغام کی مؤثر اور دلکش و دلنشین انداز میں تبلیغ کی
 لغت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ جو بیش ایمانی رقت قلبی اور لطف و مسترت محبت رسول جاں نثار
 اور ناکاری ان لغتوں کا موضوع ہوتے تھے۔ ان حضرات نے اپنی شاعری میں ان مضامین کو دنیا کے سامنے
 کیا، تو اس اور استغاثہ کا مبنی بر حقیقت اور ایک نیا باب قائم ہوا۔ لغت نبوی کی اس ابتداء سے رفتہ رفتہ ہر زبان
 میں مدح مولود کا ایک پاکیزہ اور گراناہیہ ذخیرہ جمع ہو گیا جس کی بدولت یقیناً حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے
 میں گرا نقد راضا ہوا
 ملاحظہ فرمائیے یہ چند اشعار جن کو عالم اسلام نے در زبان بنالیا ہے۔ یہ لغت پاک وہی ابتدائیہ ہے جس
 میں نے ذکر کیا ہے۔

وضم الاله اسم النبي الحراسه اذا قال في الجنس المؤذن شهيد
 وشق له من اسمه ليجله قد والعشر لعمود وهذا محمد
 ذات وماض شهاب يستضاء به بد رانا على كل لاماجيد
 مبارك كضياء البدر صورته ما قال كان قضاء غير مردود

ويتلو كتاب الله في كل مسجد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر رنج و حزن کا پہاڑ ٹوٹا۔ بارگاہ رسالت کے شاعر ٹپ اٹھے۔ اور اس جانگس
 رنج و غم کا اظہار کچھ اس طرح کیا ہے

ظلمت بھا ابکی الرسول فاسعدت عیون ومثلاھا من الجفن تسعد
 تذکرہ الاء الرسول وما اری لها حصیاً نفسی فنفسی تبلا
 فبورکت یا قہر الرسول و بورکت بلا دثوے فیہا الرشید لمسد
 و لبس ہوائی نازعاً عن ثنائہ لعلی یہ فی جنة الخلد اخلد
 مع المصطفی ارجو بذ الش جوارہ وفی نيل ذاك اليوم اسعی اجہد
 واحسن منک لم تر قط عینی واجل منک لم تلد النساء
 خلقت مبروء من کل عیب کانک قد خلقت کما تشاء
 فان ابی دو الد و عرضی لعرض محمد منکم و فتاء

حضرت عبداللہ بن رواحہ کے مدحیہ اور نعتیہ اشعار کو یہ اعزاز بخشا گیا کہ شدت مرض میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کی خصوصی توجہات عالیہ کے مستحق ٹھہرے اور کجاوہ لطف و کرم ان کے لئے تخفیف مرض کا باعث بن گئی۔ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن رواحہ ہی کے لئے خصوصی طور پر دعا فرمائی۔

اللہم ان کان اجلہ قد حضر فیسرہ علیہ وان لم یکن حضر جلد فاشفہ
 "خدا! اگر اس کی موت کا وقت پہنچ چکا ہے تو موت اس پر آسان فرما دے اور اگر موت کا وقت ابھی
 نہیں ہے تو اسے شفا عطا فرما"

اس واقعہ کی روشنی میں یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی شفقت و برکت
 اور نظر عنایت ان مدح نگار اشعار کے شامل حال رہی تھی۔

ابن رواحہ کا بہترین مدحیہ قصیدہ وہ ہے جس کا ایک شعر ہے:۔

روحی القداء لمن اخلاقہ شہدت بانہ خیر مولود من البشر
 نعمت فضائلہ کل العباد کما عم البریۃ ضوء الشمس والقمر
 لولہ تکن فیہ آیات مبینۃ کانت براہتہ بنیدک بالخبیب
 انت البحر من محرم شفاعتہ یوم الحساب فقد ازری بہ القدر
 فثبت اللہ ما اتارک من حسن تثبت موسیٰ ولضر کالذی لضرأ

ابن اسلام میں داخل ہوا تو اس نے ایک مدحیہ قصیدہ پیش کیا ہے

فاغفر فدیٰ ث والدی کلاهما زلی فانک راہم مرحوم
وعلیک مرسمتہ لللیک علاقہ نوڑ اغر وخاتم محتوم
اعشر بکر بن وائل

نبی یری مالا ترون و ذکرہ اغار لعمری فی السلا و انجدا
والاک بن عوف لصری فراتے ہیں

ما ان ریت ولا سمعت بمثلہ فی الناس کلہم بمثل محمد
ادنی واعطی الجنیل اذا اجتدے ومتی تشایخبرک عما فی عند
مازن بن غضوبہ طائی اسلام قبول کرتے وقت عرض پیرا ہیں

الیک رسول اللہ خبت مطیتی تجوب الفیاء من کان الی العرج
لشفع لی یاخیر من وطع الحطی فیغفر لی زلی فارجع بالعلج

طلع البدر علینا من اثنیات الوداع
وجب الشکر علینا مادعی للہ داعی

اس میں شک نہیں کہ نعت اور مدح رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا منبع و مصدر کلام اللہ ہے اس لئے گرامر اور منطق کے چند فنون چھوڑ کر باقی تمام فنون میں قصداً خواہ ضمناً مدح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عظیم ذخیرہ آپ موجود پائیں گے فقہ تفسیر حدیث عقائد تاریخ اسلام اور سیرت طیبہ کے فنون میں تو مرکزی حیثیت ہی رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور وہ گویا نعت منشور ہے۔

ادب اور شاعری میں بھی نعت و مدح رسول عربی کا حصہ بلاشبہ اس قدر عظیم ہے کہ اگر مدح و لغت کے ذخیرہ کو "کتاب مجموعہ فنون و علوم" کے طور پر جمع کرنے کی کوئی اکیڈمی قائم کی جائے تو یقیناً اس بحر ذخار کی فہرست متعدد جلدوں میں سمائے گی عربی، فارسی، سندھی، بلوچی، پنجابی، ریاستی، اردو، ترکی تقریباً ہر زبان میں لغتیہ کلام کثرت سے موجود ہے۔

اے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ آپ اور فقط آپ ہی کی ذات کو قلبی مجاہد یہ شمار ہی نہیں ہوتا بلکہ ہر دور میں اس وقت کے جب ہر کوئی اللہ علیہ وسلم کے قدم مقدسینے سرزمین مدینہ کو مشرق اندر سنا

اور قلبیں جذبات کے تحت حقائق کے مطابق موضوع سخن بنایا گیا ہے۔ افسانوی انداز اور خوابی خیال کی دنیا کا تو یہ گزری نہیں ہے۔

علامہ یوسف بٹھانی رحمۃ اللہ علیہ تیس حکمتہ الحقوق بیروت نے اس باب میں عالم اسلام پر بڑا احسان فرمایا ہے کہ انھوں نے ڈھائی ہزار سے زائد صفحات پر عربی مدحیہ و لغتیہ کلام کے انتخاب کو جمع فرمایا۔ علامہ بٹھانی واقعی اپنے اس دعوے میں سچے ہیں کہ اس طرح کا کوئی بھی مجموعہ اب تک پیش نہیں ہوا۔ اس مجموعہ میں پچیس ہزار سے زائد ابیات ساڑھے چار سو سے زائد قصیدے ۹۹ مقطوعات کے علاوہ تخیس، تشطیر اور موشحات وغیرہ بھی شامل ہیں۔

اردو زبان میں اس قسم کا کوئی مجموعہ فقیر کی نظر سے نہیں گزرا۔ البتہ سندھی ادب کو یہ اعزاز ادا کرنا میں اے بلوچ ڈائریکٹر امور ثقافت و ہجرہ کونسل کی مساعی حمید سے حاصل ہے۔ کہ اس میں مدح و مولود پر پرانے شعراء کا کلام مشتمل نمونہ خروار پیش کیا گیا ہے۔

ہم "قصیدہ بردہ" کے فنی پہلوؤں پر گفتگو کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ یہاں فقط اس کی اہمیت عظمت اور قبولیت کے حوالے سے گفتگو کریں گے۔

اس قصیدہ کی اہمیت میری ناقص رائے یہ ہے کہ اس قصیدہ شریف نے متعدد ادب کی دنیا میں نہ فقط ایک انقلاب برپا کر دیا۔ بلکہ مدح و لغت کے باب میں ایک طرح کی کرامت کا اظہار کیا ہے۔ یہ قصیدہ بردہ ہی ہے جس نے دوسرے شعراء کو مدح رسول کی سچی رغبت دلائی اور خود مصنف کو صرف اسلمی دنیا ہی میں نہیں۔ بلکہ علم ادب کی بین الاقوامی دنیا میں عظمت کے آسمان تک پہنچا دیا۔

پروفیسر علی حسن صدیقی نے بجا اور درست کہا ہے کہ "عربی لغت گو شعرا میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد جس شاعر کے کلام کو سب سے زیادہ شہرت اور بقائے دوام کا اعزاز ملا وہ بو صیری کا قصیدہ "بردہ شریف" ہی ہے۔"

میری حیرانگی میں قصیدہ بردہ کی اہمیت شہرت کے حوالے سے نہیں بلکہ اس کی قبولیت اور لازوال قبولیت کے حوالے سے متعین کی جاسکتی ہے اور اسے یہ

۱۔ اس سلسلہ میں کلیات حسن کا زوری، دیوان شیرازی، دیوان امیرنیا، حدائق بخشش، ہر سرحد، ذوق نعت، دیوان حیدر صدیقی کہنوی۔ ۲۔ عین لغت دیوان ہزار کہنوی، حنیف اسلمی کا مجموعہ کلام لغت، اقبال عظیم کا منتخب لغتیہ کلام دیکھئے۔ ان تمام مجموعوں کے لغتیہ اشعار کی تعداد کئی ہزار سے متجاوز ہے۔ ہاں ایک جگہ یہ تمام کلام نہیں ہے۔ حسان الہند غلام علی آزاد بگرامی نے "سبدر شہادہ" کے نام سے، دیوان قصائیہ لغت

قبولیت اس معجزہ مبارکہ کے نتیجہ میں حاصل ہوئی جس کا ظہور قصیدہ شریف پیش کرنے پر ہوا۔ اور جس کے باعث صاحب قصیدہ بردہ لا علاج مرض سے شفا یاب ہوئے۔ قصیدہ شریف کی لازوال قبولیت نے اسے ادب و احترام کے کئی نام دیئے۔ قصیدہ غراء میمونہ مبارکہ۔ فرسیدہ وغیرہ!

اسلامی لٹریچر میں کتب احادیث کے بعد سب سے زیادہ قبولیت کا اعزاز قصیدہ بردہ ہی کو حاصل ہوا ہے۔ بلاشبہ پریس کی ایجاد سے پیشتر فقط اس کے فلمی نسخے لاکھوں میں تحریر و تقسیم ہوئے۔ قصیدہ کی کتابت اور نقاشی میں اسی عقیدت کا اہتمام ضروری سمجھا گیا جو کلام اللہ اور احادیث مبارکہ میں سمجھا جاتا تھا۔

راقم الحروف کی نظر سے مختلف قلمی نوادرات اور کتب خانوں میں قصیدہ میمونہ کے جس قدر بھی نسخے گزرے ان میں اکثر نسخوں کے جدول مطلاً ہیں۔ اور نفیس ترین کتابت کے حامل ہیں۔ جامد راشتہ میں ایک ایسا ہی نفیس شہ پارہ فارسی ترجمہ کے ساتھ موجود ہے۔ پارسو سال سے زیادہ پرانا ہونے کے باوجود اس کے نقوش اپنی چمک و دمک سے بتا رہے ہیں کہ یہ تو گویا آج کی کتابت اور نقاشی ہے۔ اسی طرح البکیر اکیڈمی میں سید علی ہمدانی کی فارسی شرح کا نسخہ بھی اپنی نفاست کے باعث قابل دید ہے۔ یہ نسخہ ۱۰۱۱ رجب کا لکھا ہوا ہے۔

نیشنل میوزم کراچی میں بھی قصیدہ بردہ شریف کا ایک نسخہ نظر نواز موجود ہے جس پر پیر سید صبغت اللہ شاہ اول پاکارہ کی مہر ثبت ہے۔ جس سے یہ نتیجہ خذ کرنا درست معلوم ہوتا ہے کہ پیر صاحب پاکارہ قبلہ کے ہاں قصیدہ بردہ کے متعدد نسخے نہ فقط لاٹبریک کی زینت کا باعث تھے۔ بلکہ وہ مشائخ و مخدیم کو برکت کے طور پر تقسیم بھی ہوئے تھے۔ یاد رہے کہ نیشنل میوزیم نے پیر صاحب جندو کا جو کتب خانہ خریدیا ہے اس میں قصیدہ بردہ کا مذکورہ نسخہ بھی ہے۔

قصیدہ المدائح مشائخ اور علماء کی نظر میں | فہرۃ علماء راسخین زبدۃ الساکین مفسر قرآن علامہ شیخ زادہ رقمطراز ہیں:

”قصیدہ بردہ شریف کی برکات کا مشاہدہ کثرت سے ہوا ہے جمہور خواص و عوام نے اس کے عجائب کو اس تو اتر سے پایا کہ مجھے تفصیل سے کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔“

علامہ خسرو پوری کی نظر میں قصیدہ شریف بابرکت اور دینی و دنیوی حوائج میں یقینی حد تک مؤثر اور مجرب ہے۔ بشرطیکہ شرائط اور حضور قلب کی رعایت کی جائے۔

حضرت عارف کامل سید علی ہمدانی شرح قصیدہ کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”قصیدہ شریف کی برکات تقریر و تحریر سے زیادہ ہیں۔ یہ قصیدہ بادشاہوں کے خزانوں اور لاٹبریوں میں دفع اعداء دفع بلیات کے لئے محفوظ رکھا جاتا ہے۔“

آج کل (علماء اور مشائخ) حوادث و آیات کی شدت اور دفع بلیات میں اس قصیدہ کو وسیلہ یقین کرتے ہیں اسے پڑھ کر حاجات کا انتظار کرتے ہیں۔ کتبہ مرثیہ حساب، اسے مجرب پایا گیا۔ اسی لئے علماء اور اکابر نے اس کی شرحیں لکھیں:

قصیدہ شریف کی معنی اور حقائق پر توجہ رکھی جائے۔ تو ظاہری حظ کے علاوہ باطنی ذوق میسر آتا ہے۔ اور یقین ہے کہ مقصد سرعت، حاجات سے سرفراز ہوگا۔ اور پڑھنے والا انشاء اللہ مقصود سے محروم نہیں رہے گا۔ (شرح علی ہمدانی البکیر اکیڈمی کے ایک اور نسخہ کے مطابق جس کی تاریخ کتابت معلوم نہیں تحریر ہے!

”مخدوم عمر موثرہ سے منقول ہے کہ اس قصیدہ کی مخصوص ترتیب کے ساتھ تلاوت دینی اور دنیاوی مقاصد کے لئے تیر بہدف ہے۔“

اسی کتاب میں قصیدہ کی زکوۃ اور نصاب کی بابت مختلف تحریریں موجود ہیں:

مولانا عبدالمکاش خان مشیرال دیانت بھاو پور اپنی تصنیف میں رقمطراز ہیں:

”اخلاص و محبت کے لحاظ سے حضور علیہ السلام کی لغت میں آج تک اس شان کا کوئی قصیدہ نہیں لکھا گیا۔ اس کے ایک ایک شعر بلکہ ایک ایک لفظ میں تاثیر ہے۔ بعض شعروں کی تاثیر کے متعلق بڑے بڑے صالحین اور نام لوگوں نے اس تو اتر سے شہادت دی ہے جس کی نسبت شک کرنا خلاف اخلاص ہے۔“

میرے خاندان میں ہمیشہ سے یہ قصیدہ پڑھا جاتا ہے۔ اور میں نے بارہا آزمایا کہ یہ حصول حاجات اور دفع مصائب کے لئے تیر بہدف ثابت ہوا ہے۔

فارسی شرح قصیدہ بردہ تصنیف حسن علی خاں بن ابوالمعالی مولوی مفتی علی خاں میں ہے:-

”اس قصیدہ فریدہ کے برکات و خصال سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جس گھر یا قصبے میں یہ قصیدہ

مبارک ہو وہ آگ اور چور سے محفوظ رہیگا۔ نیز جس حاجت کے لئے قصیدہ شریف کی تلاوت کی جائے وہ حاجت پوری ہو جائے گی۔“

صاحب کشف الطنون حاجی خلیفہ رقمطراز ہیں:-

”اس قصیدہ سے خواص و عوام برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جنازہ کے آگے اور مساجد (نیز

مکاتب و مدارس میں اسے اجتماعی طور پر پڑھا جاتا ہے۔ امرض و اسقام میں اس کی برکت سے

شفا بخشی ہوتی ہے۔“

سہرائی نے کہا اس کی پینتیس تحفیات تو میں نے خود دیکھی ہیں۔ ایک عجیب تسبیح بھی میں نے دیکھا جس کا ہر مصرعہ لفظ اللہ سے شروع ہوتا ہے۔

اس کی تحمبات، تشطبات، تسبیحات اور شروح بکثرت ہیں شیخ ابن المزدوق مغربی نے نہایت ضخیم اور مفصل شرح لکھی ہے جس میں تصوف کے لطیف مسائل بھی بڑی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

مصر کے مشہور مؤرخ احمد اسکندری اور مصطفیٰ غانی الوسیط میں رقم طراز ہیں:-

”اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ صاحب کرام کے بعد بہترین قصیدہ اور مدحیہ یہی قصیدہ بردہ ہے۔ مرض فالج میں اس قصیدہ کو مصنف نے نظم کر کے بارگاہ رسالت میں اسی کے توسل سے شفا طلبی کی اور اپنے لا علاج مرض سے شفا یاب ہو گئے۔“

نیز مورخ اسکندری لکھتے ہیں:-

”اس قصیدہ مدحیہ نے اکثر معاصر شعراء کو مداح بنو یہ لکھنے کی طرف راغب کیا اور پھر لاتعداد قصائد لکھے گئے مگر وہ بردہ المدح کے غبار کو بھی نہیں پہنچ سکے۔“

مشہور محدث، فقیہ، متکلم اور عارف ملا علی قاری رقم طراز ہیں:-

”طلب حاجات، نزول مہمات کے موقع پر اس قصیدہ کی تلاوت (حاجت براری کے لئے) مجرب ہے۔“

میرے دل میں اس قصیدہ مبارکہ میوز مرضیہ کی خدمت کا جذبہ اس نیت اور امید سے وارد ہوا کہ ظاہری اور باطنی امراض سے شفا کا حصول کر سکوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احلاق حسنہ کی برکات سے استفادہ کر سکوں۔

عطر الوردہ کے مصنف مولوی ذوالفقار علی رقم طراز ہیں:-

”مجھے جب اپنی لایعنی مصروفیات کا احساس ہوا تو میں نے اس کے کفارہ اور اپنی آخرت میں رستخیز

کو ذخیرہ کرنے کے لئے قصیدہ بردہ کے شرح لکھنے کا فیصلہ کیا۔“

میں یہ امید کیونکر نہ رکھوں۔ جب کہ یہ سید الانبیاء کی مدح ہے۔ جس کو آپ نے نہایت ہی توجہ اور شوق سے استماع فرمایا۔

پس اس کے ناظم اور قاری کے لئے بڑی بشارت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک قوم اس کی تلاوت کی مواظبت سے ولایت کے درجہ پر فائز ہوتی ہے۔

قصیدہ بردہ کے مصنف!

محمد بن سعید ابو عبد اللہ شرف الدین دہلوی بوسیری یکم سوال ۶۰۸ میں دلائل میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں حجاز

قصران، خطابی اور دیگر علوم میں بہارت حاصل کی۔

ابو عبد اللہ شرف الدین بوسیری۔ امام بوسیری کی حیثیت میں اس وقت مشہور و متعارف ہوئے جب اپنے لا علاج مرض

دلت نہ فقط صاحب قصیدہ بردہ شفا یاب ہوئے بلکہ بلاشبہ عالم اسلام کے لاکھوں ظاہری و باطنی مریض اور پریشان حال کی برکتوں سے مستفیض ہوئے۔ امام بوسیری کا نعتیہ اور مدحیہ کلام بہت زیادہ ہے۔ مگر عالم اسلام میں نہیں شہرت آسمان پر قصیدہ بردہ ہی نے پہنچایا۔ اب ان کو کسی دوسرے تفصیلی تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ یہی قصیدہ بردہ ان کا تعارف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قصیدہ بردہ کی بدولت عالم اسلام کے عشق و ذوق اور مدح و نعت میں ایک انقلاب رونما ہوا۔

ہر ایک نیا رخ اور نیا زاویہ قائم ہوا۔ ہزاروں علماء اور عرفا اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ محض قصیدہ بردہ شریف کی خدمت میں کسی نہ کسی طرح اپنا نام شامل ہونا ایک عظیم ترین سعادت اور امتیاز خاص سمجھا گیا۔ اس طرح آپ بنظر غائر ملاحظہ فرمائیے آپ کو معلوم ہوگا کہ اکثر مصنفین اور محققین نے قصیدہ کی شرح محض عشق و ذوق کی فیوض و برکات سمیٹنے کیلئے لکھیں۔ بس! ورنہ علمی لحاظ سے اتنی شرح کی کوئی ضرورت نہیں تھی، اس کے ہم و مطالب کے لئے دو چار شرح کافی و روانی میں جب کہ ارباب قال اور اصحاب حال میں بلند پایہ ہستیوں نے اس کی شرح نگاری کو اپنے جذبہ محبت کے اظہار کا ایک نوان اور ایک سعادت آفرین طریقہ سمجھا۔ یہی سبب ہے کہ دنیا سے علم و عرفاں میں کسی نعتیہ قصیدے کی اس قدر شرحیں عرض تحریر میں نہیں آئیں! جتنی قصیدہ بردہ کی!

زبدۃ شرح قصیدہ بردہ کے مصنف کے حالات

اب میں قصیدہ بردہ کے شارح جن کی گرانمایہ شرح زبدۃ کے نام سے مشہور ہے کے مختصر حالات لکھتا ہوں: علی بن سلطان محمد قاری الہروی شہر المکی آپ کا نام نامی ہے۔ لقب نور الدین عرف قاری، موصوف ہرات میں پیدا ہوئے۔ مشاہیر عصر حافظ ابن حجر مہتمی مکی، شیخ ابوالحسن بکری، عبد اللہ سندی، قطب الدین مکی، سید علی متقی، میر کلاں جیسے نابھان روزگار علماء سے درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوئے، خطابی کو معاش کا ذریعہ بنایا۔ سال میں ایک کلام پاک نہایت نفیس خط میں تحریر کرتے۔ اسی کے ہدیہ پر سال بھر گزراوقات فرماتے!

حضرت ملا علی قاری کے علمی فضائل و کمال کا شواہد، احناف و دیگر اکابر نے بلا امتیاز و فرخ دلی سے اعتراف کیا ہے۔ مؤرخ عبد الملک عصامی شافعی لکھتے ہیں:-

”الجامع للعلوم النقلیہ والعقلیہ والمتصلع من السنۃ النبویۃ احمد جماہیر الاعلام والمشاہیر الاسلام“ قاضی شوکانی آپ کی علوم منزلت اور شان اجتہاد کے معترف ہیں۔

اور تاریخ ذوات حیا کہ مذکور ہے شہر ہے اس طرح آپ نے برس کی عمر پائی اور دنیا سے اسلام میں اپنی گرانمایہ شفا

”ملا علی قاری کی تصانیف“ تفسیر، شرح حدیث، فقہ، قرأت و تجوید، سیرت و شمائل، عقائد و مناظرات و دیگر تقریباً سو سے زیادہ ہیں۔

”مترجم الشفا“ مرقات شرح مشکوٰۃ۔ جمع الوسائل بشرح الشمائل للترندی۔ حاشیہ علی المواہب اللدنیۃ۔ الزبدۃ العمدۃ فی شرح قصیدۃ البردہ۔ الحز الثمین۔ الحصن المحصن۔ اس طرح کی دیگر تصانیف ان کے عبق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آئندہ دار ہیں۔

علم و فضل کا یہ آفتاب مکہ المکرمہ میں ۱۰۱۴ھ میں غروب ہوا۔ ان کے علم و فضل کا شہرہ اس حد تک تھا کہ جب ان میں آپ کے وصال کی خبر پہنچی تو جامع اذہر میں چار ہزار علما اور خواہن نے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی؛

تصانیف

جامع علوم منقول و معقول علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے بعض حسب ذیل ہیں :-

- ۱- تفسیر قرآن شریف
- ۲- مرقۃ شرح مشکوٰۃ مشہور زاد کتاب ہے
- ۳- نور القاری شرح صحیح بخاری
- ۴- شرح صحیح مسلم
- ۵- جمالین حاشیہ تفسیر جلالین
- ۶- شرح شفاء قاضی عیاض اندلسی
- ۷- جمع الوسائل شمائل (ترندی)
- ۸- مترجم جامع الصغیر فی حدیث البشیر السیوطی
- ۹- حزر الحین شرح حصن حصین
- ۱۰- شرح اربعین امام نووی
- ۱۱- شرح الشرح علی شرح نخبۃ الفکر
- ۱۲- شرح فقہ اکبر
- ۱۳- شرح شاطبیہ
- ۱۴- شرح ثلاثیات البخاری

ان مذکورہ کتب کے علاوہ آپ کے بہت سے رسائل اور ہیں آپ کی یہ تمام کتب بابا علم و فضل سے خراج

حاصل کر چکی ہیں؛

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احمد امتثالاً لامرہ لا احصاء لشکرہ و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و صفیہ و رسولہ و علی آلہ و صحبہ و تابعہ و حزبہ و بعد فقد روی عن ناظم القصیدۃ المعروفۃ بالبرۃ الشہورۃ بالبرۃ انہ قال اصابنی خلط فالج ابطل نصفی و فکرت ان اعل قصیدۃ فی مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا استشفع بہا الی اللہ تعالیٰ فانشأت ہذہ القصیدۃ و تمت فرئیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فسبح علی بیدہ المبارکۃ فغوفیت لوقتی فخرجت غدوۃ من بیتی فاذا بعض الفقراء یشد قصیدۃ اولہا ”ابن تذکرہ جبران بدی سلم“ فتجبت اذا ما کنت اخبیر بہا احدا فقال واللہ لقد سمعنا تشدید یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و هو یتمائل تامل الاخضار فاعطیتہ ایاہا فشر الخیر بین الناس و لما انتہی خبرہا الی صاحب ہناء الدین وزیر الملک الطاہر ہو ملک مصر استنسخہا و نذر ان لا یسمیہا الا واقفا حایا یا حاسرا فرای ہو و اہلہ من بركاتہ خیر اکثر اثارہ اصاب موقع ہذا الوزیر لرجل مد عظیم اشرف مند علی العی قرای فی منامہ کان قائما یقول امض الی الوزیر فخذ منہ البردۃ واجعلہا علی عینیک فوض الوزیر یراری فقال لہ ما عندی شیء یقال لہ البردۃ و انما عندی مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم و نحن نستشفی بہ فاخرج القصیدۃ و وضعہا علی عینہ و قرا و هو جالس فشفاہ اللہ تعالیٰ من الرمد لوقتہ فسمیت بالبردۃ و ہی مجریۃ عند طلب الحاجات و نزول المهمات و علاجہا سمیت بردۃ لکی نہا فی المعنی کسود شریفۃ و صلت علی قامۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و سمية الصنفۃ کسود مجاز مشہور

ہذا۔ و قد نسخ بخط افرعیہ اللہ الغنی الباری علی بن سلطان محمد العرووی القاری ان اخدم ہذہ القصیدۃ المبارکۃ المیمونۃ المرضیۃ رجاء لشفاء الامراض الظاہریۃ و الباطنیۃ و الاخلاق الدینیۃ و ابتغاء لحلقہ العافیۃ الساترۃ للذنوب القولیۃ و الفعلیۃ بوضع شرح لطیف علی المقصود مطلق غیر محل جملہ اللہ الصالحین کرم فائزہ لعبادہ خفوز جبر و سیتہ ”الزبدۃ العمدۃ فی شرح البردۃ“

اعلم ان ہذہ القصیدۃ الشریفۃ مشتملہ علی فوائد لطیفۃ۔ منہا ان عادۃ الشعراء جرت بانہم یریدون ذکر فی مطالع قصائدہم یمایزہم بکلامہم من مقاسات الاخزان و الاشواق و تحمل مکارہ البعد و الفراق یسرونہ تغزل و تشبہا و بعد و نہ من جملۃ لطف الطبع تقریباً و منہا یجودون من انفسہم مخاطبات و مجاورون دلالۃ و عتاباً و منہا یحاضرونہ سؤالا و جواباً اشارۃ الی مدرة حبیب یظہرون رموز العشق علیہ و اشار الی قلۃ صديق یظہرون کوز الحب لدیہ۔ و منہا انہم یغیرون کلامہم من اسلوبہم الی احسن علی طریق الالفاظ تکلموا و خطابوا و غنیۃ تطریۃ للمسموع و تنشیطاً للسمع فانہم فی ضیافۃ الازواج یتضیفون باسالیب الایرادات کما ان الناس فی اطوار الاشباح یضفر الالوان الطمۃ

الواردات. ومنها معرفة الحب والعشق فإن الحب في وضع اللسان عبارة عن ميل النفس الى المواقف الذي تصوره من حسن او احسان والعشق هو الميل المفرط الخالد على الانسان وكل من الحسن والاحسان يدرك قارة بالبصرة وتارة بالبصرة والحب يتجها وكلاهما الحق تعالى حقيقة اذ لا يصح نفيه وانقضاء عنه تعالى بخلاف صفات الخلق فانها بمنزلة ثور مستعار ثم المجازي تسان نفساني وعلامته ان يكون اكثر ارجاب الحب بشمال المحبوب وهو ان يجعل النفس لينة ذات وجد ورقة منفطعة عما سوى محبوبة ولذا قيل المجاز قنطرة للحقيقة وحيواني وهو ان يعين الامارة على استخدام العاقلة في تحصيل اللذات العاجلة والاكثر مقارنة للغير حقيقة او حكاية ومنها ان القصيدة مرتبة على عشرة ابواب الاول في التغزل ببيان ذاء النفس ودوائها الثاني في رياضة صلى الله عليه وسلم الثالث في تفضيلة على الكائنات الرابع في خلقه الخامس في ارضاءه السادس في معجزاته السابع في القرآن الثامن في معارجه التاسع في غزواته العاشر في عرض الحاجة على الممدوح والناجاة مع المولوي قال الشيخ الناطق شرف الدين ابو عبد الله محمد بن سعيد المصري البوصري وقيل الدمشقي الشامي كسا الله تعالى لحمل الغفران واسكنه بحبوحة الجنان وقيل الدلاهي وهي قرية من سواد بصر (صير) بلدة بصعيد وهو مصر معروفة

امن تذكر جيران بذي سلم

مزجت دمعا جرى من مقله بدم

هزة الاستفهام للتقريب من نسبة على "مزجت" وقد رمت للصدارة ومن تذكر "متعلق" بمزجت" قدم المحصول ان يكون مفتاح هذه القصيدة المباركة مشتملا على لفظ "امنت" فيكون اشارة الى ان من الزم قرائها امن من جميع الافات والبلبات وتذكر مصدر مضاف الى مفعول فاعله محذوف اي من تذكر جيران وهو جمع جاراد مجاور وهو اولى بالمقام وبذي سلم اي صاحب شجرة في البادية متعلق بمحذوف اي كائنين بمكان فيه هذه الشجرة وهو بفتح اللام وروي بكسر ها ودمعا ماء البكاء مفعول به "مزجت" وجرى "صفة اي دمعا جارا من مقله" متعلق "بجرى" وهو داخل العين "بدم" متعلق "بمزجت" والمعنى يحاور مخاطبا جرده من نفسه ويقول يا من يباليغ في البكاء لا بد لعرض بكائك من سبب فاهولة الفراق ومشقته بان ابتليت بفراق احباب كنت فرحا بوجدانهم فصرت وجعا بجلانهم ام بسبب اخريات في البيت الاتي وهو قوله

امهت البرج من تلقاء كاظمة

او اوهض البرق في الظلماء من اضم

"امر منقطع وهت فعل ماض والريح فاعله وهي مؤنث سماعي ومن تلقاء كاظمة اي من جهةها متعلق

ت هت وهو اسو لوضع وصفها للضرورة و اومض بمعنى لمع عطف على هبت و البرق فاعله وفي الظلماء متعلق بمحذوف حال من الفاعل اي واقعا في الليل الظلماء من اضم بكسر اللام متعلق باومض بتقدير ومضاض اي من تلقاء اضم فانه جبل والبرق لا يلعب من نفس الجبل بل من جهته قيل المراد من سلم وكاظمة واظم مواضع قريبة لمدينته صلى الله عليه وسلم وهو مناسب جدا في المقام وقرب المأخذ بمعنى المراء والمعنى وسبب بكائك لمعة الوصال بان تمنيت وصالهم باهداء الریح اليك يتم اخبارهم وسراهم وابداء البرق عليك اثار صاعكهم وديارهم وفيه ايماء الى ان ما اومض في الجود بحيث لا يستفي اليه الا الریح وفي الرقة بحيث لا يرتقي اليه الا السحاب فالقاصد اليه يتجمل جدا على جهد وقاسي وجدا على وجد ثم يعود الى استقار بعد المرتبة على ان كان لغرضه والكاتب لما قال في الظلماء لان الضوء في الظلمة اجلي من مكان عال على وجهه على ان كان بكائك اما تذكر من ماض متعلق او لطلب صلح وتوقيع ويمكن حمل المعنى على الحقيقة ثمعيد مقدمة وهي ان الرق قد يبلغ بالرياسة حد تعرض للخلسات وجذبات من نور الحق عليه لذينة كانهما يوق تلح اليه ثم تحذر لديه وتسمى تلك الخلسات وقفا وهو اول درجات الوحدا والوصول وكل وقت مخوف بوجدان وجد اليه اي حزن على استبطانه ووجد عليه اي حزن واسف على فوته فيقول ايها المريد ربنا سب بكائك هل تذكر الجذبات تلك والاشتياء اليها بعد انقضاءها وتطلب افعالها او اعلى منها الى ان تلحق الوصول بلغنا الله للحصول بحاجه الرسول فكان الخطاب انكر ذلك الناشئ من الحب

فالعينيك ان قلت اكفنا همتا

وما لقلبك ان قلت استفق يهم

"الفاء" جواب شرط محذوف تسمى نصيحة اي ان لم يكن بكائك لاجل هذين السنين وما استفهامية في موضعين في محل الرفع على الابتدائية والجار والمجزور فيما يتعلق بمحذوف في محل الرفع على الخبرية وتقديره اي شئ حادث لعينيك وقلبك وشرطيتان في محل النصب تقديره وحدث لعينيك هامين اي سائلتين دمعها عند قولك لهما "اكفنا" اي استعاضا عن البكاء وحدث لقلبك هاتما اي حائرا عند قولك لاستفقا اي كن مفيا حاضرا اقل الحنيص في شرح القصيدة يقول "كفا" و"اكفنا" بالادغام والفتح وهو هو منه اذ صرحوا بوجوب الادغام في كتب الصرف وقال عصام في شرحها فكذا خلاص القياس وقيل تعداد العين اناها في الصورة واما في المعنى المطلوب منها فواحدا ولهذا قد يرى الشئ شيئين فالتعدا الصوري لا يقدح في الوحدة الحقيقية كما هو مذهب بعض المتصوفة بالجوهرية فلفظ "اكفنا" بالنظر الى الحقيقة مفرد وان كان في صورة التشبيه وهذا احكامي تكلف وقيل فك الادغام على توهم الافراد فلا تخل في الفصاحة كما اخذ في قوله الحمد لله العلي الاجل ثم قال ويمكن ان يقال انه اشارة الى انه اي الناظم قال به بلسان الجيران وهو لا يعاتب بمفعول اللسان ومثل هذا يعد ظرافة من البلاغة في البيان والمعنى ان كنت تذكر كون البكاء من اثار المحبة بناء على ان الناس ابا اخر

قل لا تملك عينيذ فانك ان اردت ترك البكاء سالتاد موعها وان اردت انا فاق القلب عن الوجد مخبر من البعد والفرق
ثم قال له ملتفتان الخطاب الى الغيبة

اِحْسَبُ الصَّبَّ اِنَّ الْحَبَّ مِنْكُمْ قَابِلِينَ مُنْسَجِمٍ مِنْهُ وَمَضْطَرِمٍ

هذه الاستفهام للتجيب او الانكار التوخي اي لا ينبغي ان يكون وحسب بكسر العين وتحتها "الصب" العاشق من
صب الماء غلب عليه لكثرة بكائه غالباً وما زائدة ومن طرف منكم والانسجام السيلان شدة والاضطرام
الاشتغال بقوة والمقتربين دمع منسجم وقلب مضطرب وضيق منه "بالاشباع" الصب وحذف بعد مضطرب
للتأني له ما قبله عليه والعنى ما يليق للحوار ان حبه مخفى على الناس في حال كمال ظهوره بسبب سيلان دمه واضطراب
قلبه فانها بمنزلة شاهدين على اثبات حبه ومخبرين من امره بيته على نفسه له فحسان السكتان بطلان الحسان وفي
البيت اشارة الى قوله تعالى والله يخرج ما كنتم تكتمون ثم استدلل على انه محب فقال مخاطباً له

لَوْلَا الْهُوَى لَمْ تَرَقْ دَمْعًا عَلَى طَلِّ وَلَا آرَقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعِلْمَةِ

"الهووى" مصدر هووة احبه والارفة "الصب" اصل ما شحم من اشدنا من نحو الدين والاجار وارق بالكر
بمعنى السهر البان "نوع من الشجر يشبه به القد وطل القند وحسن الهيئة وضيق الرائحة والعلم اما العلامة والجميل
واللازم فيها للجنس او العهدى الذين في منازلهم قبل المراجيل ضم وكذا التنوين عوض عن المضاف اليه اي على طلهم والظاهر
ان يكون بتقدير مضاف اي على تذكر الطلل والا فلا وصول الى منزل العجب والوصول على اثر هذا المطلوب وكلمة
"لا" اما زائدة للعطف على المنفى بتأويل لم ترق بـ "لا آرقت" لان "لم" لم تدخل على الماضى واما نافية مع انها لا تدخل على
الماضى فلا تكرار "لا" لما تقدم من التاويل والمعنى يستدل على حصول الحب بلا وصول القبولية كمن سلطان المحبة
في مدينة قلبك لم توقف امرك الى مشيتك ثم رجع على قوله لم ترق بـ "لا آرقت" ان دمعاً قطرة
من بحر الهوى وسهرك شعلة من نار الجوى وفيه ايماء الى ما قبل شعره وما حب الديار شغفن قلبي ولو كن حبا
سكن الديار ثم تعجب من انكاره الحب بعد ظهوره فقال

فكيف تنكر حبا بعد ما شهدت به عليك عدول الدمع والسيقم

الاستفهام لانكار التوخي او الاستبعاد والتعجب والفاء فصيحة في جواب شرط محذوف يعنى اذا دلت الادلة على
المطلوب الذى هو حب المحب وتوخي حبا "للتعظيم" وما "مصدرية وضيم" به "الحب" وعدول الدمع "والسقم"
كقوله تعالى فقد صفت قلوبكم وقل المراد بالعدول مع العينين مع السقم والوعاء الدمع واصناف السقم والاضطراب
بيانية والمراد الدمع والسقم الشئين من الحب والالام

وَأَثَبْتُ الْوَجْدَ خَطِيءَةً وَضَنِي مِثْلَ الْبَهَارِ عَلَى خَدَيْكَ وَالْعَنَمِ

"أثبت" عطف على شهدت والوجد الحزن من جهة الحب وهو معنى كاتب دال الحزن وضني "الهزال والضعف
ويلازمه عادة صفر الوجه والبهر بفتح الباء نوع من الورع الاصفر العنم شجيرة اخصان حمر لينة يشبه به الاضمار
وضنا على زينة رحي عطف على عبرة على وزن قطرة اي واثبت الوجد على خديك اللذين هما بمثلية الورقين خط
عبرة اي الدمع المزوج بالدم مثل العنم على وزن العلم وخط ضني مثل البهار والنشر مشوش وقيل المراد بالخطي دمع
العينين على الخدين وضني عطف على خطي ومثل البهار والعنم صفة خطي لعن فيه فصل بين الصفة والموصوف بالاجنبي
كذا قيل ولا ولي ان يعطف ضني على خطي ويجعل مثل البهار والعنم صفة لمجموع المعطوف والمعطوف اليه ومعنى البيت
كيف تنكر المحبة بعد ان شهدت بما شاهد اعدل ما قدرت على جرهمار حكم قاض لا ينقض حكمه مع وجودها وكتب
على صفة الخدين منشور المحبة بخضن احمرين او سجل قضية المودة مع شهود شهرة الترقى ورتق خديك بخط احمر
واصفر فكل ما راك يقر رواية المحبة الملاحظة من وجهك ويطالع العلامة الواضحة من خدك فالانكار باختراف
الضلع لا ييسر ولا يفنى من جوى واستد اثبات المحبة والصفر الى الوجد لانه سبب قريب لمرض الحالات للقلب
من الحيرة والاضطراب والفرق والسقم والدمع من السيلان والانسجام والانصباب والاحمرار والاصفر بلا اختيار واما الحب
فهو سبب الحزن اولاً وبالذات ولعله الاحوال ثانياً وبالعرض الى الانصباب ولما اتى امر السقم الى صبح البشرة بالصفر واما
الدمع بالحرة وصفها بالعدالة اذ لا محالة للتمهة والبطلة فقد تآثر الظاهر والباطن من العشق والمودة وفي المحبة عن ذاته
في المحبة والظاهر عنوان الباطن وخرج حكم بالظاهر والله اعلم بالسرائر ولما انكشف كون المخاطب محباً وكان هو المتكلم
في العنى رجع عن التجريد الى التكرار واعترف بالحب فقال

تَعَمَّرْتُ سِرِّي طَيْفٍ مِنْ أَهْوَى فَارَقْتِي وَالْحَبِّ يَعْتَرِضُ اللَّذَاتِ بِالْأَلَمِ

تعد تصديق لما ثبت بالاستدلال من قرآن الأحوال واقامة السنة وتسجيل القاضي من المحبة أي ما ادعى على من المحبة
واشته حتى ولد كمال الصحة فقد اسهر في السر وصاله بعد ذلك في اللذات لم يغفل عن حاله والحج يعترض أي
بعد من ينزل ويمسح اللذات بسبب الحب بالذات وقيل يتخلل بينها للحالة او معترض واللذة "ادراك للسلاسة
والآلة خلافة فالولي من طريق محبة المولى ان يفسر بخيال الهوى واللام ما يخطر بباله من السوى فالمعنى لجاء في ليلة القدر
خيال الوصال ونهى عن نوم الغفلة وشغلني بذكره وفكرو على طريق ارباب الكمال وانقلب اللذات الظاهرية الاما
باطنية والالام الحسية لذاتنا معني فاطم في لهاثم طوبى لهاثم استعرا لا ثابلسان الحال فخطابه فقال

يَا لَأَمِّي فِي الْهَوَى الْعَذْرَى مَعْدِرَةٌ
مَنْ يَلِيكَ وَلَوْ أَنْصَفْتَ لَوَيْلِمُ

"العذري" منسوب الى ابني عذرة بضم العين قبيلة من العرب اذ عشقوا ما قالوا ان نساهم تكون جميلة عفيفة كثيرة الحياء
وفتيانهم سريع للعب شديد الحياء شديد الصبر وقيل الهوى العذرة هو اسطر الذي من شأنه ان يكون صاحبه مقبول العذرة
عند كل احد ومعذرة مفعول فعل مقدر أي قبل معذرة او عذري ومعنى "متعلق بها" وقيل متعلق بمحذوف واليك "أو كلاهما
صفتان" عذرة صادرة مني متوجه اليك وملقاة اليك والتغنى احتذر اليك بان مبتلى بالحب المذكور على الوجه المستور ولو
انصفت أي لو انصفت بالانصاف لم تلم في الحب وتركت العذلة لعلك بان ليس اختيارا بل يكون اضطرارا بل قيل المعذرة
قوله محضتي النصيحة وقيل قوله والحب يعترض اللذات وتفصيلها من يرمي في الحب المفرط اقبل معذرتي ولا تظلم علي بملأ
فان الحب اذا بلح واسالني وازال دمي من حذقتي وصيغ بالصيغة بشرقي ونهب قراري وسلب اختياري وعيب الفتى في
انما في اختياره ولا عيب فيما كان خلقا من كماله فاصل المعذرة من حب معذري وحب العذري عذري وقال عصام الدين معذرة
تيم من نسبة العذري ومعنى "متعلق باليك" وهو اسم فعل بمعنى اجد

عَذْرَتِكَ حَالِي لِأَمْرِي بِمُسْتَشْتَرٍ
عَنِ الْوُشَاةِ وَلَا جِدَايَ بِمَنْجَسِمٍ

يقال عدا عنه عدا واجاوزة واليه عداوى سري اليه سري وعلى كل تقدير لا بد من القول بمحذوف الجوز المشهور وتقدير
أني ليكون دعاء عليها إشارة الى ما ورد من غير اخاء بذي لم يحس حتى ابتلاه الله تعالى "والوشاة بضم الواو جمع واشوا الكذبة

السايع بالفساد بيني وبين من هو بمنزلة الغواد والاختصاص هو الانقطاع والمعنى ليكن حالك مثل حالى لتذوق وبال في محبة
قلبي وبال وهو ان سرى لا يخفى عن الواشين واللائمين لا خلاص من الشامة واللامامة ومضى لا يقطع بالوصل لا فوز بالسلا
وقيل المعنى تجاوز حالى عنك الى الغوازين واشرى سرى عند المازين وزاع عند الاحياء وشاع عند الاعداء ولا يقطع هذا الداء وليس
دواء عند الاحياء فاذا علمت حالى في هذا المقام فانصف وانزل الملام وممكن ان يكون بتقدير عن دعاء البعدهم الاجتلاء
بجاء ادعاء عليه بالحرمان عن الوصول الى المرتبة كماله "ولا" في الموضعين لنفي الجش لا المشابهة "ليس" لعدم جواز دخولها
على المعرفة عند الجمهور ولما رأى مبالغة اللانم في ملامته وظهر ان قصد منحصر في سلامته وقد بالغ في تدليس عيبه والاعتدال
عاطفهم من سوء ثم استيقن ان عذره غير نافع وتدل ليس غير ناجح انصف واعترف بان التقصير من قبل على كل حال فقال هذا المقام

مَحْضَتِي النَّصِيحَ لَكِنْ لَسْتُ أَسْمَعُهُ

إِنَّ الْحَبَّ عَنِ الْعَذْلِ فِي صَمَمٍ

"النصيحة" ارادة الخير للغير والمحض الاخلاص والتصفية والمراد من عدم السماع ومن الصمم عدم الالتفات وعدم القبول
والاجابة والعذال بالذال المحبة جمع عاذل وهو اللانم الناصح أي اخلصت الى النصيحة وصفيتها من الافتراض الفاسد
في لومك في الهوى من جهة الشبهة كالاتفات الى ما يجب التطلع اليه والتفكير في محاسنه والتورع ولكن لا اقبلها فاني اسير
العشق وانت امين العقل ولا يجري حكمه في محذرة العشق فالعقل بين والعشق يهدم والعقل في التجاقر والعشق في الغارة وفي البيت
تلميح الى الحديث الصحيح "حبك الشيء يعمي ويصم" رواه احمد وابوداود والبخاري في تاريخه وبعد بيان حال يع الجين من
عدم السماع كلهم اللانم ذكر ما يخصه من عدم القبول للنصيحة مع اقتضائه الى الحال الفضيحة

إِنِّي أَتَمَمْتُ نَصِيحَةَ الشَّيْبِ فِي عَذْلِي

وَالشَّيْبُ أَبْعَدُ فِي نَصِيحٍ مِنَ التَّهْمِ

"نصيح" بمعنى التناصح والاضافة بيانية والعذل "يقع الذال اسم مصدر وبالسكون مصدر وقال عصام الدين هما مصدر
فعله والشيب "حال لا منه من مفعول" اتهمت "في المعنى وهو الشيب المراد من النصيحة الشيب ان يقول بلسان الحال انه قرب الى حال
فلان زمان التربية والانتقال من سبي الأحوال وحل ترك العشق المجازي ووجب الحب الحقيقي وتدارك ما فات من تضييع الاوقات
وعدم اصلاح الحالات ولذا الما رى "بوزيد البسطامي قدس الله سره السامى امرأة وطالح فيها وقد ظهر البياض في الصحبة الشريفة

وظلته النيفة قال ظهر الشيب ولم يذهب العيب وما أدى ما في الغيب فلذا كان حال العاشق ان لم يقبل نصيحة الشيب
 الخاف من التهمة والعيب فبالا ولما ان لا يقبل كلام اهل الملأ بل كلامه وقيل المراد بالتهام الشيب حمل وقوعه على غير اوانه
 لثلاث استيعاد ما يجب في زمانه كما يقول كهلول الا بانش اسرع الشيب من المحن ومن كلامهم "الشيب ينزل الهوم" والعنى اني
 اتهمت الناصح الذي هو ابرء من كل تهمة واصدق من كل ناصح وهو الشيب فانه دليل انهزام القلب انهزام القلب فاسعيد من يحفظ
 بوعظه قبل نظر رجلا الى شيبه في راسه فخرج نساءه فقال انذرتي فقد مات بعضى وانشد اذ مات بعضك فانك بعض فبعض
 الشيء من الشيء قريب ثم علل اتهامه الشيب ببعث من الوقوع فقال

قَاتِ اِمَارَتِي بِالسُّوءِ مَا اتَّعَظْتُ

مِنْ جَهْلِهِ ابْنِ دُرِّ الشَّيْبِ وَالْهَرَمِ

"والفاء" للعطف على اني اتهمت "مفيدة للسبب" افضى الى الجهل الى عدم الاتعاظ من النذير المخبر بوصول الموت وهو
 الشيب الكامل والهرم والنذير بمعنى المنذر في الاضافة من باب اضافة الصفة الى الموصوف والهمزة نهي الشيب المنذر بمعنى الخوف
 بقرب الموت للفوت للتوبة وسائر الطاعات ومن جهلها "عنه عدم الاتعاظ بما ذكر وقيل النذير بمعنى الانذار ومصدره
 متعلق بالا تعاط او بالجهل واعلم ان النفس اعنى القوة الحيوانية التي تشمل على القوى المدركة والحركة اذ لم يكن لها اطاعة
 القوة العاقلة كانت بمنزلة همية غير مرتاضة تنبعت الى ما يدعوه من شهواتها وغضبها وتخدم العاقلة فيكون
 النفس امارا والعاقلة مؤتمرة عن كره مضطرة اما اذا راضتها العاقلة وثمنت على اطاعتها بحيث ياتر بما رها وتنتهي
 بنهيها كانت العاقلة مطمنة والنفس مؤتمرة وان اطاعت تارة وعصت اخرى فحين عصت تتبع هواها ثم تندم فتلوم
 نفسها فيكون لومة والاخصر ان يقال الامارة هي العاصية والمطمئنة هي المطيعة واللومة هي المقصدة المختلطة
 ثم عطف على "ما تعظت"

وَلَا اَعَدْتُ مِنَ الْفَعْلِ الْجَبِيلِ قَرِي ضَيْفِ الْبَمْرِ اِسِيْ غَيْرِ مُحْتَشِمٍ

له النفس سبع مراتب الاولى نفس الامارة وهي التي تميل الى الطبيعة البدنية وتامر الشهوات المحسية وتجذب القلب الى الهمة السفلية
 وهي نفس الكافين والشياطين والفاسقين والثانية نفس اللومة وهي التي تنورت بنور القلب فتطبع العاقلة تارة وتعضى مرة ثم تندم فتلوم
 نفسها وهي مشيع اندامة وهي للغير الناصحين المؤمنين والثالثة نفس المطمئنة وهي التي تنورت بنور القلب حتى تحلت عن صفاتها الذميمة
 وهي نفس المتعلين العاملين والرابعة نفس اللهمة وهي التي الهما الله تعالى العلم وغيره من الاخلاق الحسنية وهي نفس العلين العاملين
 (باقى س٩)

الفعل الجليل هو ما استحسنته الشرع والطبع والقرى "بكر العاقف الصياغة والمراد بما همها الاعمال الصالحة من التوبة
 وغيرها والالهام الغزل والاحتشام الاستحياء من جهة الاحترام والتقيد بنفى الاحتشام اشارة الى سهولة
 قراه عند القراء والتخصيص بالراس لانه اول ما يبد فيه الشيب ايما الى انه جاء على باراسه بالغفلة وقيل المراد ان الشيب
 غير محتشم عند النفس كراهتها اياها ولا اعدت "عطف على ما تعظت" عطف الخاص على العام قال الاتعاظ يكون
 بامثال الا واهم واجتناب الزواج وعيكن ان يرا بال اتعاظ الاجتناب وبالاعداد ايمان المحاسن فالبيت الاول
 اشارة الى نفسه لم تنته بنهي العاقلة والبيت الثاني الى انهم تاتوا بماير الكملة فبان انهم في العحيان غاية وفي الامر
 بالطغيان فغاية وغير على الحالية من ضمير الم "يعنى ان النفس الامارة بالسوء لم يجتنب عن السيئات ولم تمتثل بالطاعة
 حتى ما عدت ضيافة ضيف مكرم ومحمل المهادم نال على فرق الانام بلا طريق الاحتشام واكمرام الضيف واجبة فلا
 وثابت لقل سبما اذا كان شبيه جاء غفلة قال الله تعالى هل اتيت حديث ضيف ابراهيم المكرمين وقال صلى الله
 عليه وسلم من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه وقال ابن من اجل الله اكرام ذي الشيبة المسلم

لَوْ كُنْتُ اعْلَمُ اَنِّي مِمَّا اَوْقَرُ

كَيْتُ سِرِّ ابْدِ الْهَمَةِ بِالْكَمِّ

"الكَم" بفتحين نبت يخلط بالرسمة او بالحناء ويختص به المراد بالسرس انذار الشيب عن الغفلة وتنبية على قرب
 الرحلة اي لو كنت اعلم اني ما اعظم الشيب الذي ظهر ولجب اكرام عند غفلة اكرام بعد نزوله بي وظهوره عندي و
 قيل ظهوره عند غيري اخفيت اسراره واسررت اظهاره التي بدت على راسي وظهرت على اسامي من اثر الكبر وزوال الصغر
 بالكم اي تخضبه حتى لا انسب الى الفضيحة وعدم سماع النصيحة من لسان الحال والحال يبلغ من بيان القسالة
 والثائبة النفس الراضية وهي التي رضى الله عنها ويظهر فيها اثر رضاه وهو الكرامة والاخلاص والذكر وهي نفس الاولياء الكرام
 السادس نفس المرضية هي التي رضى عن الله تعالى وهي يترك فيها الكرامات ويرغب فيها الله حتى معرفته والسابعة نفس الصالحين
 التي مقام الانسار بين الله تعالى وبينها وهي نفس الانبياء والمرسلين عليهم الصلوة والسلام فخص من خربوق ١٣

له للتوبة اربع مراتب على احب مقامات النفس فالمرتبة الاولى مختصة باسم التوبة وهذه مرتبة عوام المؤمنين وهي ترك المنهيات والقيام
 بالامورات المرتبة الثانية الانابة وهي للنفس البراءة وهذه مرتبة خاص المؤمنين من الاولياء ومصلاتهم ترك الدنيا وتلاذيب الاخلاق بخالفه
 هي النفس والبرية والثانية من نتائج محبة الله الانزلية الثالثة البرية وهي النفس اللهية وهذه مرتبة خواص الاولياء وهي من آثار الشوق الى
 لقاء تعالى والمرتبة الرابعة التوحيج "وهو النفس المطمئنة وهذه مرتبة الانبياء واهل الاولياء فخص من شرح شيخ زاده ١٤

مَنْ لِي بِرَدِّ جَمَاحٍ مِّنْ غَوَايَ تَهَا كَمَا يَرِي جَمَاحُ الْخَيْلِ بِالْجَبْمِ

"الجماح بكسر الجيم جمع جوح شبه الاخلاق الذميمة بالدواب الذميمة وقيل الجماح مصدر فالن بمعنى الزالة ومن غوايتها صفة جماح اي ناشبة من اضلالها والاستغناء للتضرع والاستعانة بغيره والاستعطاء لنفسه والمعن من يتكلف لي تبديل الصفات الرديئة والاخلاق الدنية للحادثة من النفس الامارة المكارة الغدارقة بتاديبها وتحصيل الاحوال الجيدة والصفات الجليلة كما يستبدل للحركات الغير الرضية للخيول الغير للهدبة بالجم المشبهة بالمراعض السنية قال عصام الدين وتشبيه النفس بالفرس مأخوذ من لسان الشرع حيث وردت لفظة مطيتك فارفق بها قيل مقصوده مرشد كامل وهو العالم العامل فاستشعر قائلنا عيبا يقول

فَلَا تَرْمُ بِالْمَعَاصِي كَسِرِّ شَهْوَتَهَا إِنَّ الطَّعَامَ يَقْوِي شَهْوَةَ النِّهَمِ

"النهم بفتح الهاء افراط الشهوة في الطعام وبكسر هاء صفة منه المعنى اذا اردت الجماح لارادة التخلص من الجناح فلا تطلب سر شهوتها بالمعاصي وكسر شها بالمعاصي لا تقبل انك اذا اشبعته بمقصوداتها امتنعت عن مضراتها فان الحرس يزداد بوجدان ما ابتغاه والطبع يستقوي بما يلائم مقصده كمن ابتلى بالمعدة النامية او الجرعية البقرية فان زيدا قوة مرضه بالاكل كالهيام والمستسنة يزيد عطشه بالشرب الدائم والمعاصي تزيد شهوتها ولا تنقصها وتفسدها ولا تصلحها ومن المشهورين اطباء الاشباح ان المداواة بالنتقية والتقوية فالعامل ان ليس لها دواء الا الاحتواء فان لها يجب المألوف ابتلاء ويدل عليه قوله

وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ إِنْ تَمَثَّلَتْ شَبَّ عَلَى حَبِّ الرِّضَاعِ وَإِنْ تَقَبَّضَتْ يَبْغِطُ

"شب الصبي بلغ الشباب وبكسر الراء وفتحها والمعنى مثل النفس في الاستمرار على المستلذات المضرة حالها حاله والآن نرجع منها عند احوالها مثل الطفل الرضيع ان تركته على الرضاع ينشأ على حبة يحكم الطباع فيرضع فيغير رادته ويفسد

مواجهه بالاخلاق الرديئة في زمانه وان تقطعها عن الشدي بالخيل وتأنسه بلذات الاطعمة على المهل ينقص وفي مدرك الخير يتنظم ونعم قليل النفس رغبة اذا رغبت لها واذا ترد الى قليل تقنع

فَاصْرِفْ هَوَاهَا وَحَاجِ زَانَ تَوَلِيَّهِ إِنَّ الْهَوَى مَا تَوَلَّى يُضَيِّرُ أَوْ يَصْنَعُ

"صرفه منعه وقيل صرفه غيره وتحوي ميلان النفس الى ما يستلذه من غيرة رغبة الهوى وحاذر مبالغة فان المبالغة اذا لم يكن للمقابلة فهي المبالغة ولذا قيل معاذ احذر احذر قوله جعله واليا وقلده الولاية وتولى الامر فقلده والتمدد وضار واليا عليه وما شرطية زمانية وعمومية وقيل موصولة وصحة عصام الدين اصمى الصيد قتلته في مكانه الذي ضرب فيه وصحة جعله ذاعيب وبين يضم ويضم تجنر حتى وهو صنع بديهي والمعنى اذ عرفت ان النفس منبع الماسد العظام وهي قابلة لقطعيها بالقطام في منعها عن هواها وغيرها عن مشييتها واحذر كل الحذر ان تجعل الهوى اميرا على مملكة عقلك وحسن قلبك فانه داع الى الضلالة والنسوة غير صريح للحكومة والامارة لان القوى اذا استرخت وخالف النور يملك في الخلد بسوء المال او يعيبك بالاضلال بفتح الهمزة وهذا معنى مأخوذ من قوله تعالى ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله ان الذين يضلون عن سبيل الله لهم عذاب شديد كما نسوة ونسابة فانه اذا اريد بنسابة يوم القيمة عند اعتقاد بحقيقته فهو ضلالة حقيقة وان اريد به عدم العمل بمقتضاه فهو ضلالة اضافية ولما فرغ عريان قابليه النفس التربية شرع في بيان التحلية التقوية في التحلية ومن المعلوم ان رياضة النفس منعها عن هواها وجبرها على طاعة مولاهم الاول زهد وتبر والناسخ عباداة وقول ولذا قيل

وَرَاعَهَا وَهِيَ فِي الْإِعْمَالِ سَائِمَةٌ وَأَنْ هِيَ اسْتَخْلَتْ لِمَرْعَى فَلَا تَسِمُ

"الراعاة المراقبة وسات الماشية اذا راعت والاسامة اخراجها الى المرعى واستحوى الشيء اذا عده حلا واراد بالاحمال الصالحات فكان السيات لخواها من الفنع ليست باعمال وبالسوم فيها الاشتغال بما المرعى الغرائل والمستحبات لا الواجبات فانها لا يستوعبان الترك بالاستحلام والسوى مراعى النفس وامراقها حال اشتغالها بالصالح اعمالها فضلا عن بقية احوالها ونحوها اذا طلبت الزاغل على طريق العادة غير العادة ولذا قيل قوله وقيل للفرق بين النفس في اثناء العباداة حتى لا تجري قوى العادة بتركها وتجاهلها واستعدادها بها او تفسد بفسادها الداخلة فيها وخارجة عنها من الحب الدماء والغرور والخيلاء واستحلامها بحطام الدنيا والالتفات النفس

بظاهر عبادته تعالى بفساد صورته او ممتنعاً فانها ليست بعبادة بل هي محضة عادة وهذا كما قيل صاعداً
ويمكن ان يجعل هذا البيت خطاباً للعارف الذي يفهم العارف فيقال اعمل صالحاً ولا تتلاخظ في ذلك لتخطي سوي الوصول
الى الملك وان احتجب النفس بترينها بزينة الاحوال تعجبت بحيلة الاحوال فان جربها فان رمله الاعمال والاحوال اصول الاكمال
وفوق حقيقة الرمال رزقنا الله الهامين المتعال

كَمْ حَسِنَتْ لَذَّةُ النَّفْسِ قَاتِلَةٌ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَذَرِ أَنْ لَعَنَ فِي الدِّمِ

تعليل لقوله "فلا تس" و"كم" خبرية منصوبة المحل على المصدرية او الظرفية اي من التخييلات او المرات وهي متعلقة
بجسنت "او" لذة "على سبيل التنازع او قاطلة "وحيث" في راحة بمعنى مكان واستعير في مقام التعليل بمعنى الوجهة
والسم "بتثليث السين لكن الرواية بالنسخ المناسبة ومعنى حسنة جعله حسناً او نسبة الحسن والبر" مفعول
قوله "وللا من التقوية والمعنى ان النفس اما قد اذنت لغيره فمكة "نكته" اما خذت البرء وحسنت باصرته ما يفسد
نظره بجملة فافتح عيناها واستحسن مهلكا ثم اذنت فاصبح نجاة لتناول سها فلتة اذ لذة السم اخذت
ضم السم فلم يزل ضره وصادف شره وفيه اشارة الى قوله تعالى "وهم يحسون" انهم يحسون ضعا وفي البيت لطيفة وهي ان
"سم" مذكور في الدسم كما قيل في قول السفرة قطع من السقر يعني زيادة نقطة في سقرا وزيادة المقادير على الفاء بحسبنا
الجل ولا نعني ان السفرة عذاب من انواع جهنم فان من جملة اقربها الصعود وهو جبل العظيم من نار يكلف للجهمي
بالطرح بالنزول منهضاً منضماً الى بقية انواع العقاب ويجوز المعنى يظهر ان عكسه لا يفيد هذه الافادة وان كان يفيد
نوع مبالغة غير مطابقة في الخارج بحسب العادة ونظيره العيادة افضل من العبادة والله اعلم ثم بين ان النفس كما تراه
في العبادات كذلك تراقب وتلاحظ في الباحات لا بد للسالك من هذه الحالات فقال

وَإِخْشِ الدِّيَّانِشْ مِنْ جُوعٍ وَمِنْ شَبَعٍ فَرَبِّ فَخِصَةٍ شَرٌّ مِنَ التَّخَمُّرِ

اي اتق لا لكائنات الجسمية والزلازل الخفية الحاصلة من الجوع ومن الشبع من لذة النور والكلام والسكر
وتخلطه والعزلة والفقر والغنا والعزوبة والتسريح فمن كل منافع مضرة وفوائد بليات فالكثرة في الاكل والشرب

نورث المصائب في الدنيا والعائب في العقب فانها جانبية لحساسة النفس وايضا عما في النملالك لادواء الذي هو مركب روح السالك و
بها تحدث كثرة الزوال للمقتضية للكمل وتضع العمر وقساوة القلب وغفلته وموت تطول الاصل وقلة
الاكل والشرب سبب لحرارة المزاج وسوء الخلوة بلا علاج ودول النفس والللال الكلال في تحصيل الكمال فعلي في الاعتناء بالاعتدال فان الاطرا
ردائل والاوساط فضايل هذه المعنى ما غر من قوله تعالى "كلوا واشربوا ولا تسرفوا" وهم ما دل جمع الله الطيب الصوي والمعنى في نصف الآية
واما قال "فرب مخضبة" اي شدة مجاعة شرب الخمر جمع قحمة وهي عدم انخضام الطعام في المعدة مع اشتغالها على صلابة
وتعفنه فيها واذا اشد والمرد شدة الشبع فان العرب والحكماء يتباحون لقلة الاكل والشرب وتذاكرهم بكثرة لان قلة ما اكل
على القناعة وملك النفس وقبح الشهوة وبسبب للصحة وباعت لصفاء خاطر وحدة الذهن وكثرة دليل على الحرقة الشدة
وغلبة الشهوة وغيرها مما تقدم فيتم في يادى الرأى ان الجوع لا يكون فيه شرب بدرجة المظرب ان فيه شربا
ايضا فذبح الوهم وزاله وقرر الحق واجل حاله ورب التقليل وقد يكون للنكثير ثم قال تحريصا على التوبة وتحضيضا
على التوبة

وَأَسْتَفْرِغِ الدِّمْعَ مِنْ عَيْنٍ قَدْ امْتَلَأَتْ مِنْ الْحَارِقَةِ وَالزَّمِّ جَمْبِيَّةَ السِّدَمِ

"الاستغفار" في علم الطب علاج الامتلاء الحمية بمعنى الاحتواء والامتلاء بياضية اي الاحتواء الذي هو الندم وقيل
بمعنى من اي الاحتواء الحاصل من الندم الناشئ منه "الحزم" جمع محرم بمعنى حرام وامتلاء العين من الحرام كناية عن
ارتكاب كثرة المناهي والالتداد بالشهوات والملاهي والمعنى ان كنت امتلأت معدتك المعنوية بالاخلاق
الفاسدة الرديئة ففرغ عن مدخ عينك خسية وضع نظام الزكيات امور المنهية شر الزمر لاحتواء الذي هو الندم فانه الاصل
في التوبة وعليه المدار في الازوبة ولذا قال صلى الله عليه وسلم "الندم التوبة" كما قال الشيخ العرفه وان كان
لكل منهما مكان آخر وكلاهما معتبرا لان الندامة اذا حصلت تستلزم بقية ارتكابها التوبة فذلكا من قلع
العصية في الحال ومن العزم على عدم العود في المستقبل ومليحة من اداء حقوق الملك المتعال ومن قضاء
حقوق العباد ولو بالاستحلال والبيت اشارة الى ان صب العبرات يخطب السيئات ويرفع الدرجات وايما الى
قوله تعالى "فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا" وقيل قوله تعالى "فيما عيننا" تجريان لقوله اليوم عيننا بالدم
تجريان وما احسن من قال اربابا محالاه وكيف ترى لياني بعين تزي بها سواها وما طهرتها بالمدامع - وقال آخر
سبح من عذبه باستغفار الدمع وبكاءه لان الاستغفار هو الطهر لدمع العينين وبكاءه هو طهر العينين وبكاءه هو طهر العينين وبكاءه هو طهر العينين

ظهر العين بالذراع سبعاً من شهود السكون كل علة ثم قال مشيئاً إلى مقار الحجة للوصل المرتبة المشاهدة

وَخَالَفَ النَّفْسَ وَالشَّيْطَانَ فِي أَغْصِمَا وَأَنَّ هُمَا خِصَامُكَ الضَّيْعَ فَأَبْتَهُمُ

يعنى قد عرفت نوع النفس في ههنا وحسبها وبالغتها في مشتهرها ولها معين يحتمل على حصول مرادها وتوازن بين ههنا مقصوداتها
وهو الشيطان الذي لغير التائب سلطان فيها عدو لك فيها امراك ونهيات راعى عدوك نفسك التي بين جنبيك فان
الصلب الداخلة اعضاء لا يمكن الاحتراز عنها بحال ولا تخافه ولا تحارب وغيب المحبوب يستور به محجب في الحديث
حبك الشيء يعنى ويصم وقال الشاعر عين الرضا من كل عيب كريمة ولكن عين السخط تبدى المساوي لا نهى
المطية في الوصور وتقدر حصول المأمول ولا يمكن مخالفتها مرة بمرات ولا موافقتها فيضلك فان سبقتها
تاكلك وان جوعتها تحب لك فعليك بالا اعتدال لتوصلك الى مقصودك والى الشيطان فتعدو لاصلاح معه اذ هو
محبب على عدو لك من كبر الى اضلال لك فتشبه بحاربه وجتهته في غشسته قال تعالى "ان الشيطان لكود مبين فاخذوه
عدوا انه ينفر حزبه ليكوثوا من احدى السبعين قال بعضهم استعذب من شره فانه كاذب مسالط فارجم الى به
فانه تعالى قادر على صرفه ودفعه وقال بعضهم جاهد وحارب وقال الغزالي سمع بينهما فان نجوت بالاستعانة بهما وان
يغلب عليك فجاهد بعون ربك اعني خالفهما في امرهما واعصهما في نهيهما وان اتاك بحضرة الزم صيغة فانسبها الى الغدر
والظلمة والمكر والخيلة قال تعالى ان النفس لامارة بالسوء وقال تعالى الشيطان يعدكم الفقر ويامركم بالفحشاء واسمع
حكايته لطيفتين روايتين ظريفتين احدهما حكاهما المولى الرومي في كتابه المشفى ان معارفة خال المؤمنين كان ناعماً
عند الصباح فجاء الشيطان وقال اعمل الفلاح ففطن معاوية لمكره وقدره لظهوره في امره فقال انت ما تاملت المعصية
وكيف امرك لي بالطاعة فتعلل بعلم لم يلتفت اليها ولا يمكن في غير الحال عليهما فقال معاوية لا بد لك من اظهار سبب
هذا الامر العجيب فانه من مثلك غريب اعزيب فقال نعم فانك الصالح يومئذ من الايام بسبب المنام عن صلوة الجماعة
سيد الانام عليها افضل الصلوة واشرف السلام فقدمت على ما فات وتجسرت عليه في الاوقات فكتب لك ضعفا كانت تحقه
من الطاعات ففنت ان تنام عن الصلوة مرة اخرى فيحصل لك زيادة المثوبة في الاخرى - وثانيهما ما ذكره الغزالي في محتاج
الظاهرة بالاداء وتطهير الجاهات الباطنة بالبكاء ولكن ينبغي ان يكون البكاء من الخشية والندم - لان البكاء
من شكية نفس الصلوة ومن خشية الله او شوق لقائه يعد من المكملات - شرح
شيخ زادة

العابدين لقد بلغنا عن بعض الصالحين يقال له احد بن ارقم البخاري انه قال نازعتني نفسي الخروج الى الغزو فقلت سبحان الله
تعالى ايقول ان النفس لامارة بالسوء وهذه تامرني بالخير فلا يكون هذه ابد ولكنها استوحشت فريد لقاء الناس
لنستريح اليهم ويتسامع الناس فيستقبلونها بالتعظيم والبر والتكريم فقلت لها لا انزل في العراق ولا اترك على ذي
معرفة فاجابت فاسألت الظن بما قلت الله تعالى اصدق فقلت لها اقاتل العدو وحاسر اى بلا سلاح فتكونين
اولى قتيل فاجابت فاسألت الظن وعدا شيئا ما ارادها فاجابت الى ذلك كله قال قلت يارب بتمنى لها فاني منهم
لها ومصدق لك ذكر شفت كما تقول يا احمد انت تقبلني كل يوم بمنعك لاي من شهواتي مرات وبخالفك لي ولا يشعر به
اخذ فان قاتلت قتلت مرة واحدة فنجوت منك ويتسامع الناس فيقال استشهد احمد ويكون لي شرف وذكر قال فتعدت
ولم اخرج الى الغزو في ذلك العام فانظري الى خذلان النفس وعذرها ترى الناس بعد الموت يعمل لهم يكون بعده ولقد احسن من
قال شعر توق نفسك لا تامن غوائلها - فالنفس اخبث من سبعين شيطانا - ولذا قد مضى عليه ثم تاكد الامر السابق فقال

وَأَشْطَعُ مِنْهَا خِصَمًا وَلَا حِكْمًا فَأَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخِصَمِ وَالْحِكْمَ

"منها" حال من المفعول والضمير "لنفس والشيطان" والذات "العلمية وفي نسخة "الوار" فالجملته الحالية واللام للعهد
الخارجي كذا قيل والظاهر انها الجنس "والخصم" من يظهر كونه من جهتها ويخرج براحتها والحكم من يظن ذلك
ويستدرك ليوقع في الجهالة والمعنى الاتطع احد اتعرف كونه من جهة النفس والشيطان خصما كان او حكما مثل التبعة
للظهور والفسقة المستترة فان قوله مكر وتليس وقيل كيد وتد ليس فان حب العدو ومبغض الحبيب ابليس
قال لشاعر لود عدوى ثم تزعما نتي صدقك - ليس النوك عنك جاذي اى ليس الهامة عنك يبعيد عند القريب البعيد
في البيت ايماء الى قوله تعالى ولا تطع منها انما او كفورا او اشارة الى قوله صلى الله عليه وسلم لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق
ولما رأى العاقل الصادق الناصح العاشق ان بنفسه ملوث بالماهي ومتلبس بالملاهي وقد قال تعالى انا مرون الناس بالبر وتسبون
انفسكم وانتم تتلون الكتاب افلا تعقلون وقد قال تعالى يا ايها الذين امنوا لم تقولون مالا تفعلون كبر مقتا عند الله ان
مالا تفعلون والامر بالمعروف من عين العاقل وان كان حسنة لكنه بحسب العرف الظاهرية اناب الى الله تعالى وتابعا
له في حديث "ان الشيطان واضع خروجه على قلب ابن آدم فان ذكر الله خشن وان شئتم التوق قلبه - قيل سلاح المؤمن على الشيطان سنة
الاستعداد وقلة الشهادة والبسطة وتركه - لم يبق الا ملوثة بالادنيا - روى ان توماشك الى الحسن البصري عن الشيطان قال انه خرج من عندي
الار يشكركم قال قل للناس يدعوا دنياي حتى ادع دينهم - خريرق ١٢

اَسْتَغْفِرُ اللهَ مِنْ قَوْلٍ بِلَا عَمَلٍ
لَقَدْ نَسِيتُ بِهِ نَسْلًا لَدَيْ عَقِمٍ

"النسل" الولد والعقم كالقدس والعنق عدم النسل يريد ان نسبة الولد الى امن ليس له ولد زور وبحت فكذلك النسبة الفضل والفعل الى غير اهلها كذب وبحت وبيانه ان ظاهر حال الامرانة مؤتمركانه نسبة الى نفسه انه بالعمل متاشا وكأنه ادعى ان هذا الحال ثابت له على هذا النزال والحال ان افعاله يخالف الاقوال فيكون كاذبا فيما ادعاه من القائل ثريين ان قوله بلا عمل وامره لغيره لا يخلو عن ذلك فتعال

اَمَرْتُكَ الْخَيْرَ لَكِنْ مَا اَفْتَمَرْتُ بِهِ
وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِي لَكَ اسْتَقِمْ

"ما" في الاولين نافية وفي الثالث استنفهامية وتخيير منصوب يتفرع للخافض كذا قال اكثر الشراح ويدل عليه قول البيضاوي في قوله تعالى ولعلنا نعلم ما امرت به وما اقممت به من ان حذف الجار من "ان" يجوز ان يكون من المظار مع ان وان يكون من غيره كقوله امرت الخير فافعل ما امرت به وقال المحلى "امر" يعتدى الى اثنين ثابتهما بنفسه تارة وبالباء اخرى والاستعمالان في الية انتهى وكأنه نظر الى ظاهر الاستعمال والله اعلم بالحال وعنى انه يستعمل تارة بحذف الباء وتارة باثباتها والمراد بالامور ما يعلم الامر والتمنى والخير ما له عاقبة حميدة والاستقامة "الفضائل والاقامة على الطاعة والعبادة وامثال الامور واجتناب الزناجى يعنى ان القول متى ليس له حقيقة وانما هو مجرد صورة لا يكون له تأثير ونفع كثير ولذا قيل عظم نفسك فان تعظمت فخط الناس والا فاسحق ويقال طيب يد اوى الناس وهو مريد

لَا تَبْرُدِي قَبْلَ الْمَوْتِ نَافِلَةٌ وَلَمْ أَصِلْ سَوَى فَرَضٍ وَلَمْ أَصِمْ

له القول الذى يخرج عن النساء لى يبلغ الاثنتى والذى يخرج من الجنان وقع على الجنان ١٢. قال ابو على الجرجاني كن صاحب الاستقامة لا طالب الكرامة فان نفسك تتحرك في طلب الكرامة ويترك بطايعك بالاستقامة قال الله تعالى لا تدع عليه السلام عظم نفسك بانفسك

"الترود" طلب الزاد واخذه عند التوجه الى المراد قال تعالى وتزودوا فان خير زاد التقوى فيه اشارة الى ان الدنيا معبرة والناس عليها عبرة واكثرهم بلا عبرة فلا بد من تحصيل الزاد ليصل السالك المريد الى المراد والنافلة في اللغة منطق الزيادة وفي الاصطلاح الطاعات الزائدة على الغرائض والسنن مؤكدة فيها ان الزاد وصلة الى قرب المقصد في السفر الدنيوى فكذلك النافلة وسيلة الى حب المقصود الاصلى وفي السفر المعنوى ففي الحديث القدسي لا يزال العبد يتقرب الى بالنوافل حتى احبته فاذا احببت كنت سمعه وبصره والحديث والعق ما جعلت شيئا من النوافل زاد السفر قبل الموت ولا تمهيات الوصول الى مراتب الكمال قبل الموت واقتصرت من قصور رهيته على فرض الصلوة والصيام وماقت بحق العبودية حق القيام بزيادة النوافل في الليالي والايام - ثم انتقل من التشبيب الى تلح الحبيب فقال بلا ولطف مشير الى فصل لطيف .

ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ اَجَى الظُّلَمَ اِلَى
اِنْ اَشْتَكْتُ فَلِمَا هَا الصُّومُ مِنْ وَرَمٍ

"الظلم" وضع الشيء في غير موضعه والمراد منه هنا الترك والسنة "الطريقة المرضية والظلم" بالفتح ذهاب الشرير بزيادة الليل بذكر اللانزوم واردة المزوم ومن احياه "ترك النوم مشتغلا بمنزعة عبادة فيه فان النوم اخو الموت والمقظة كالحيوة والايقاظ كالاحياء فتنبه النفس من النوم كاحياءها وفي الحديث الحمد لله الذى احيانا بعد ما ماتنا والمراد من شكاية القدمين المكسرتين ملا لهما عن الوجع الناشئ من الهزال فان تعظمت انفسهم الناس شرح شيخ زاده ١٢. ثم يعنى وماقت بحق العبودية حق القيام بزيادة النوافل كما زاد السلف - روى ان الجنيد كان يدخل كل يوم على حارثته ويصل السجدة ويصلى اربع مائة ركعة ثم يعود الى بيته وعن ابن خفيف انه كان يقرأ في ركعة واحدة عشرة الاف مرة قل هو الله احد ويقرأ في ركعة القرآن كله قال شريك كنت ما ابى حنيفة سنة فماتت عليه وضع جنبه على الارض وكان اصحابه يشهدون انه يصلى صلاة الغداة بوضوء العشاء وقال شعبة احسنت ابا حنيفة وقت دخول الناس مضاجعهم فخرج من منزله ودخل المسجد واشتغل بالصلوة فلم اقدر على السجود والقيت حصيات في تعليمه فعند قرب الصبح رجعت فوجدته في مكانه يدس ويكبر ونظرت عليه ولصيا باقية - واما الصوم فروى فيه كاسفل بن عبد الله يهبط في كل خمسة عشر يوما مرة وفي رمضان الزيادة الهلال وكان في كل ليلة يهبط بالماء القراح - ابو تراب النخشبى اكل اكلتين من البقر في ليلة - وقيل لى ان ياكل مرقا يعين برأى الصلوات في ثمانين يوما - وروى ان سهلا اقتات ثبيل درهم في ثلث سنوات ١٢. خرير

البشرية والامور الحسية واما الروح فكانت متلذذة بالراحة المعنوية ومطمئنة بالحالات والمقالات الانسية القدسية والعبرة بالاحوال الباطنة لا بالاعضاء الظاهرية ولذا قال صلى الله عليه وسلم ليس الغنى من كثرة العوض واغنا الغنى غنى النفس والنفس بالضم يفتح منصوب بنزع الخافض اي من الضمير الكائن من جهة الروح والمعنى تركت سنة من احيا الليالي بذكر الله تعالى ومناجاته والقيام بالزناح طاعة حتى تورمت قدماه ولم يترك عبادة مولاه فقبل له صلى الله عليه وسلم استكلف لهذا وقد غفر لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر فقال اخلا اخون عبد اشكركم رواه البخاري ومسلم فاذا كان صلى الله عليه وسلم مع علو حاله ورقعة كماله قام بهذا المقام وصلى الناس نيام نكف يصلي لسائر الايام ان يرقد طوال الليالي كالانعام وقد قيل للمعايد في الليل اجزان على الصلاة اجر لترك النوم والاراء ليعمل العبادة وقد ورد الاجر على قد المشقة وما ذكر عبادة صلى الله عليه وسلم التي هي الوسيلة الى الدرجات العالية العقبى اشار الى مقام زهبة صلى الله عليه وسلم في الدنيا واختار الزيادة في مرضاة المولى وقال

وَسَدَّ مَنْ سَغَبٍ أَحْشَاءُهُ وَطَوَّى

تَحْتَ الْحِجَارَةِ كَشَجَامَتْرِفِ الْإِدَمِ

"سَدَّ" عطف على "احيى" ومن "سببية" و"السغب" بفتحين الجوع و"الحشاء" القلب و"الحاطبة الجوف وحشا البطن امعاءه و"طواه" لغة والكشح الحصر وهو مفعول "طوى" و"المترف" اسم المفعول بمعنى المنرفط في القوة والادام فبفتحين جمع الاديم وهو الجلد يعنى تركت طريق من ارتاض بالجوع حتى احتاج الى شد احشائه وربط اضلاعه وقد ربط الحجر على خصره الناعم ليستعين بنقل الحجر على خفة الاحشاء ويستريح ببرده من حرارة باطن الاعضاء مع انه سدد الانبياء وسدد الاولياء لاختياره المولى الفقير على الغنى فانه اولى بسلوك طريق الغنى قال تعالى كلا ان الانسان ليطغى ان رآه استغنى واما قوله صلى الله عليه وسلم كاد الفقر ان يكون كفرا مع ندرته اشارة الى كمال مشقته وعدم تحمل كلال احد على مراقبته ولذا قال صلى الله عليه وسلم اشد الناس بلا والانباء ثم الامثل فالامثل من الاصفياء وشدة الحجر على بطنه من الجوع وقع له في حفرة الخندق رواه البخاري من جابر رضى الله عنه وروى عن انس رضى الله عنه قال جئت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم افوجده جالسا مع اصحابه رضى الله تعالى عنهم فجدتهم وقد عصب بطنه بعصاة فقالوا من الجوع قلبه المحلى ولما كان في البيت الاول اشارة الى صلواته وعبادته وفي هذا البيت ايماء الى صوره ورياضته وقد يتوهم متوهم من العوام ان رياضته كانت اضطرابية وعند الخواص يعتبر المياضة الاختيارية انما ذلك المقال

وَرَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشَّرْمُ مِنْ ذَهَبٍ

عَنْ نَفْسِهِ فَأَبْرَأَهَا أَبِيهَا شَمِيمٌ

"المرادوة" المتطالبة والمفاعة اذ الم يكن للمقابلة فهي المبالغة الشمر جمع الاشمر والشمع الارتفاع ومن ذهب صفة اوجه او اشعر اي شديدة الارتفاع معلى ثناء لابلها واصله اي ما زركته لند تيد واي مضاف الى شمر وهو مصدر بمعنى الرصف اي ارتفاع اي رفيع يقال مرت رجل اي رجع الى كامل في الرجلية ثم استعمل المضاف والمضاف اليه بمعنى الوصف للناسب للمقام والمعنى اعرض عن الدنيا وابقى على المولى واشترع الفقر على مناصب الغنى حتى ان الجبال الشامخة من الدنيا في الرحمة عرضت نفسها وترينت بانواع الزينة لديه ومالت غاية الميل اليه لعله يرفع النظر عنها فتفرغ عن الاشغاف التيها قال الله تعالى ما زناغ البحر وما طغى وما ذلك الا بامر بعد قضاءه وقدره قال عز وجل ولا تملكن عبيك الى ما تشاء بل اوليا منهم زهرة الحياة الدنيا لفتنهم فيه ونزق ريبك خير وابقى وفيه اشارة الى ما روى ان جبريل عليه السلام قال له ان ابديت لك التحيان تجعل لك هذه الجبال ذهبا وتكون معك حيث كنت فالهرق ساعة ثم قال يا جبريل اني لا ادركك من لا دار له ومال من لا مال وقد يجمعها من لا عقل له فقال له جبريل عليه السلام شئت الله بالقول شئت قول فحوى ذكره صاحب الشفاء وغيره وفي هذا المقام برهان شاف وبيان كاف على الفضل الفقير الصابر على الغنى ساكرا جنته على السادات السنية والطائفة الصافية الصوفية نفعنا الله تعالى باسرارهم وجعلنا تابعين لاثارهم وكنه اشارة الى معنى هذا المقال من قال من رباب الكمال همة الرجال تقدم الجبال وفيه تلخيص الى قوله تعالى ومن ربه التي شرفي بيته عن نفسه وانا مولى الى مزية فضيلة نبينا صلى الله عليه وسلم حيث عرض المولى جميع الدنيا لان الذهب وسيلة الى ثمنها فجميع شعراته مع انه على وجه الباطنة بل بدون المحاسبة كما ورد في رواية فاعرض عنها ولا يقبل شيئا منها مع كمال الاحتياج لها وامكان تحسين العبادات المالية بسببها وسيدنا يوسف عليه السلام عرضت امرأة نفسها عليه على وجه الحرمة فرفع ثوبها وقبض من العنق والهمة فيا لها من همة عظيمة وبيا لها من نعمة جسيمة وبيا لها من عصمة وميعة.

له ان الدائل القطعية على عصمة الانبياء عليهم السلام كثيرة ولهذا قال المحققون من المفسرين وللتوكلين ان يوسف عليه السلام كان ربيثا من العمل الباطل والهم المحرم انما مال اليها بمقتضى الصبغة البشرية ميل جليلا لا يكاد يدخل تحت التكليف لا قصد الاختيار يامثل هذه الميلان كميلان الصائم في يوم الحار الى الماء البارد ابن كثير - روح البيان - روح المعاني ١٢

وَأَكْثَرُ زُهْدَةٍ فِيهَا ضُرُورَتُهُ

إِنَّ الضُّرُورَةَ لَا تَعْدُ وَأَعْلَى الْعَصِمِ

الزهد "غزوف النفس والاعراض عن الهوى" والضرورة "شدّة الحاجة ومنها الاضطراب ضد الاختيار يقال عند عليه اذا غلبه واستولى عليه والعصم جمع عصمة وهي قوة بالغة ونزاحة سالفة اودعها الله تعالى في خواص عباده واكابر عبادته تمنع عن التعرض لمنهياته والاعراض عن ما امراته يعنى اكسد فقره الظاهري وحبس وجهه الحسني زهدا واعراضا عن ارض الدنيا وعدم اقباله على جبال الذهب والذهاب في المعرفان هذا امر خارق للعادة ولا يختار هذا الامن بل تد بجلالة العبادات مع هذا الا يكون ترك الدنيا والتوجه الى المولى الابصمة الله تعالى في حق الانبياء عليهم السلام ويحفظه في جانب العالم والاولياء فاذا حصلت لهم العصمة الجلية وغلبت بحفظ الله تعالى همهم انسية لا تعد ولا تقرب الضرورة الغالبة على القوة القلبية مرقنا الله تعالى من ارضاتهم اتمسك به ونفعنا الله تعالى

وَكَيْفَ تَدْعُو إِلَى الدُّنْيَا ضُرُورَةً مِّنْ

لَوْلَا لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنْ الْعَدَمِ

قال المحلى "تخرج على ابناء الفاعل او على المفعول وفيه نكتة لطيفة لا يخفى والدنيا "تانبث الادنى بمعنى الاقرب اليها بنسبة الى الاخرى وقيل مشتقة من الدناءة وهو بمعنى الحسنة به بمقام النجى بغاية المناسبة وهي اصل صفة الحيوة او الدار وقد يستعمل بمعنى اعراضها الكاسدة واعراضها الفاسدة عن الجاه والمال وما يتبعها مما يرجو الى الزوال في المال وبهذا الاعتبار تكون الدنيا مومة دنية وانما اذا صوفت الى مرضات المولى فهي مستحسنة مرضية كما ورد نعم المال الصالح للرجل الصالح ومع هذا تركها افضل عند الاكابر الكمل ولذا حال عيسى عليه السلام باطالب الدنيا لتبوتر كك الدنيا ابو قال صلى الله عليه وسلم لو ان رجل في حجره درهم ليقسمها وخبرين كرا لله تعالى كان الله اكر الله تعالى افضل رواه الطبراني ثم الدنيا والآخرة على وجه الكمال لا يجتمعان ولذا قيل انها ضربان او مثل كفتي الميزان وقال صلى الله تعالى عليه وسلم من احب الدنيا اضر باخرته ومن احب اخرته اضر بدنيته فاشروا ما يبق على ما يغنى والمعنى كيف تدعو الى الميل الى الدنيا الدنية واعراضها الغائبة الرديئة الضرورية الاختيارية لمن لولا وجوده وفضلها لم تظهر الدنيا من العدم الى الوجود ولا وجد في العالم غير الوجود وفيه لا تحة الى ان الدنيا تابعة ولا خلقت الاله ولا تبايعه صلى

الله عليه وسلم نصبت يكونون تابعين لها او مغلوبين بها هاهنا هم العالية وتهم الغلبة عدم الانتفاع انهم السابقين فضلا عن اللذة الباقية ولذا قيل الدنيا حرام على اهل الآخرة والآخرة حرام على اهل الدنيا وهما حرامان على اهل الله تعالى وفي البيت اشارة الى ما ورد في الحديث لما افتقر آدم لتخليقة وكان قد رأى على قوائم العرش مكتوب بالا اله الا الله محمد رسول الله فسل الخلق يحسن محمد صلى الله عليه وسلم ان يفكر له فقال اذا سلمت فقد غفرت له لولا اني ما خلقتك رواه الحاكم والبيهقي وادام بالبشر وقد خلق الله تعالى في الارض وسخر لهم الشمس والقمر والليل والنهار وغير ذلك واما الحديث القدسي المشهور ولولا اني ما خلقت الانلاك فليس له اصل لكن مخاه صحيح لا ريب فيه

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالتَّقَيْنِ

وَالْفَرِيقَيْنِ مِّنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

روى في محمد الخبر على انه بدل من من والرفع على انه خبر مبتداء محذوف هو الاظهر انه مبتداء وسيد خبيرة والكونين اي موجودين وهم الدين والعقبي والمراد اهلها او عالم الغيب وعالم الشهادة وقيل الاضافة بمعنى في وعطف الثقليين الفرقيين للتخصيص بعد التعميم وللدرج على من خص رسالته صلى الله عليه وسلم الى الانس دون الجن والى العرب دون العجم ومن الاو بيانية الثانية نراودة للضرورة وفي العرب والعجم لقان فتحهما وضم الاول وسكون الثاني ففي البيت ثمن وليرأون الثقليين من المصراع الثاني والمعنى محمد الذي كثرت محامده وفضائله وكثرت حامديه حيث عرفت مراتبه فانه في الاصل اسم مفعول للمبالغة ثم نقل من الوصفية الى الاسمية فرائحة الوصفية لا تحة في العمية سيد من وجد في الكونين وفضل من ظهر في العالمين لانه تعالى خلق لاجله الدارين فارسله الى الجن والانس والصنفين من العرب والعجم الكلفين بل قيل انه مرسل الى الملائكة وقيل الى الحجر والشجر والنباتات وجميع المخلوقات وسائر المخلوقات بل قيل انه مرسل الى الانبياء السابقين عليهم السلام فهو افضل المخلوق اجمعين على الاطلاق بالاتفاق

نَبِيُّنَا الْأَمِيرُ الْبَاهِي فَلَا أَحَدٌ

أَبْرَفِي قَوْلٍ لَامِنُهُ وَلَا نَعَمٌ

النبي اصلها الهزة وقد قر به وهو فعل بمعنى المفعول او الفاعل فانه مخبر ومخبر والجهم هو بالياء المشددة والظاهر انه بدل وقيل انه ما خرج من النبوة وهو الهة فانه مرفوع المرتبة وهو اسان بعثه الله وارضى اليه

سواء امر بالتبليغ اولا فهو اعم من الرسول وأشار اليه بقوله الامر الناهي وابرأ النصب بمعنى اصدق من
في الحديث صدق يعني سيدنا ونبينا ومولانا وميسرنا هو الامر بما هو مأمور من عند الله تعالى من العتائد المبررية
والاغال السنية والاخلاق البهيمية والناهى عن الامور الدنية والافعال الرديئة وهو في تكميل الناقصين حازم
وفي اخباره بكل ما اخبر به صادق بانه ما ينطق عن الهوى بل بالوحى الجلى والحق من عند المولى فلا احد اصدق
منه في النفي والاثبات ولا احق منه في الوعد والوعيد ومساكن الحالات .

هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تَرْجَى شِفَاؤَهُ

لِكُلِّ هَوَلٍ مِّنَ الْاِهْوَالِ مُقْتَضٍ

بمعنى المحبوب ومحبة المخالق وهي ميل النفس الى ملائمة ومحبة الخالق لبعده تمكينه من سعادته وتوفيقه
على عبادته وحقبة اسباب قربته والاقاضة عليه من خزان رحمة وشفاعته طلب العفو والفضل من الغفر
والشرف بمعنى الخرف ويستعمل بمعنى الهائل والهنون منه واقتحم الامراى دخل فيه بشدة والتقدير
لكل هول مقتض فيه والمعنى ذلك السيد العلى الشان والنبي الجلى البرهان هو حبيب الله ولا
عبارة من سواهم من اعدائه الذى ثبت شفاعته وترجى اجابته لكل امر عسير وهول خطير وفيه اشارة
الى انه صلى الله عليه وسلم شافعاً متعدد كما ورد بها الاحاديث العديدة منها شفاعته العظمى وهي المقام المحمود واللواء المهدود الذى
يحتاج اليه الولد والمولود ومنها شفاعته في اسقاط العذاب او تخفيفه عن العذابين ومنها المسانحة عن ذنوب
اللسخطين ومنها رفع درجة من شاء الله تعالى من المؤمنين .

دَعَا إِلَى اللَّهِ وَالْمَسْتَمْسِكُونَ بِهِ

مَسْتَمْسِكُونَ بِحَبْلِ غَيْرِ مَنْقُضٍ

"الاستمساك" التمسك والتشبث والتعلق والحبل معروف ويستعار لما يتعلق به ويتوصل به الى المطلوب الانقضاء
الا تقطاع والمعنى عال الخلق الى طاعة الخالق وعبادة تامة كاملة غير منسوخة مخصوصة بل هي شاملة للخلق الى يوم القيمة
واصله وفيه اشارة الى قوله تعالى ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة واما الى قوله عز وجل ومن احسن قول
من دعا الى الله فمن تمسك بدعوتك من كتابه ومنه تمسك بحبل غير منقطع الى حين وصلة قال الله

تعالى واعصوا بحبل الله جميعا تقال عز وجل فمن يكفر بالطاعة ويؤمن بالله فقد استمسك بالعروة
لا انفصام لها الى لا انقطاع وفيه اشارة الى بشارته حسن الخاتمة في حق الممسكين به

فَاقِ النَّبِيِّينَ فِي خَلْقٍ وَفِي خَلْقٍ
وَلَمْ يَدَّ اَبْوَةً فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمٌ

فاقه وفاق عليه زاد عليه في الرفعة من فوق الخلق بفتح الخاء حسن الصورة وهي اعتدال الاعضاء وثبات
الشكال والخلق وقد يسكن الثاني حسن السيرة وهي اعتدال قوى النفس واصنافها في الكمال وخير منها
العلم لانه راسل الفضائل والكرم لانه اساس القواضل وهي مبنى على القدوة فها مرجع الكمال باسرها ومدار نظام الكائنات عن اخرها يعني انه
صلى الله عليه وسلم فاق النبيين في الجلال الصوري والكمال المعنوي حتى اثنى الله تعالى بقوله واذك على خلق عظيم
ولم يقاربه احد من الانبياء فضلا من العلماء والكرماء من الاولياء والاصفياء في جنس من اجناس
عليه وفي نوع انواع كرمه واطلب تفصيل هذه المناقب العلية في كتاب المواهب اللدنية

وَكَلِّمَهُم مِّن رَّسُولِ اللَّهِ مُبَشِّرٍ

عُرْفًا مِّنَ الْجَرِّ أَوْ شَفَاةً مِّنَ الدِّيمِ

"عرف" والاعتراف اخذ الماء باليد ملا الكف والشف العصف (المصدر) والديم جمع الديمة وهي المطر الدائم
المتصل بالليل والنهار وللعنى جميع الانبياء عليهم السلام او كل واحد منهم ملتمس ومستمر من رسول الله العبد
الاكمل والغوث الا فضل صلى الله عليه وسلم وهو من وضع الظاهر موضع المضمحل للتشبيه على الوصف النبويه
عُرْفًا اي شيئا يسيرا او مددا كثيرا من علمه او "شفا" اي استعطا ما لطيفا واستقاء شريفا من امطار كرمه
ومن موارد نعمه

له وتوضيحه ان الله تعالى فضل الانبياء بعضهم على بعض فاعطى لكل بنى فضلا ثم جمع الفضل كله وترا د
عليه حتى صار فضلا عظيما ثم اومى الى حسن خلقه وجمال طبعته بقوله (و الضحى والليل اذا سجي)
حيث استعار الضحى من وجهه البهى والليل من صدغه الذكى واتم بما على ما نرى عليه بعض اهل التفسير شيخ زاده ص ١٣

وَوَاقِفُونَ لَدَيْهِ عِنْدَ حُدُودِهِمْ مِنْ نُقْطَةِ الْعِلْمِ أَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكْمِ

أي عنده صلى الله عليه وسلم و"حد" الشيء غاية و"متجه" بالنقطة بالضم من النقطة وبالفتح من نقطت الكتاب نقطا ونقطه وضع عليه النكتة و"الشكلة" بالفتح من شكل الكائنات إذا قيده بالاعراب و"الحكم" جمع الحكمة وهي أحكام الرأى والتدبير وقيل اتقان العلم والعمل وخص النقطة بالعلم والشكلة بالحكم لأن الشكل يحصل به مزيد بيان لا يحصل بالنقطة كذا قيل والظاهر أن النقطة التي بمزجية الظهور ولذا اضيفت إلى العلم والشكلة أمر ثايد خارج عن ماهية المفهوم المترقفة على النقطة التي مدار البينة عليها ولذا انصب إلى الحكم وهي علوم دقيقة عقلية متفرعة على العلوم الشرعية ولذا لما أراد رئيس الحكماء الظاهرية أن يستفتي عن رئيس العلماء الباطنية رد عن الباب ووقع في الحجاب المنتج للعذاب الحرمان عن الشان ولما كان "كل مفرد الفظا وعبارة عما اضيف اليه معنى اجاز افراد الضمير العائد اليه اولا في تلمس وجهه ثانيا في "واقفون" كقوله تعالى كل كذب الرسل فحق وعيد وقوله تعالى كل له قنوتون والمراد من العلم علم الله الذي لا يتناهى ومن الحكم حكمة التي لا تعد ولا تحصى ثم ان علوم الانبياء عليهم السلام أو العلماء بأسرها بمنزلة نقطة من كلمة الله لا تنفذ وحكم العلماء عن آخرها بمنزلة شكلة من حكم الله تعالى وهذه النكتة والحكمة حاصلتان لم صلى الله عليه وسلم على وجه التام والانبياء لهم حله معين ومقام معلوم مبين يقفون عنده لا يحيطون به قدر جملة ولا يتعدون عن طول جملة وما ذكر من نقطة العالم اجماع إلى قوله تعالى وما اوتيتهم من العلم الا قليلا واشارة إلى قوله الخضر عليه السلام لموسى عليه السلام لما همس العصفور منقاره في البحر ما علمك وعلي وعلم الخلائق من علم الله تعالى الا ما أخذ هذا العصفور بمنقاره من البحر رواه البخاري

لما فيه إشارة إلى أن في كل من الدنيا والآخرة من العلوم دون نفع وانفع عليه السلام جميع أنواع العلوم التي في الانبياء وسائر الخلائق وفي الشفاء خص الله تعالى به عليه السلام الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين ومصالح الله وما كان في الامور ما سيكون في امته من التقوى والعتق وعلى جميع المراتب كاحوال القلب والرائض والعبادة والحساب - خروا في ص ٥٥ - وفحاشية شيخ زاده لما حصل من علوم الكائنات وإن كثرت فبأنسبها إلى علم الله تعالى النقطة أو الشكلة ومشرها جبر وحقانية محمد صلى الله عليه وسلم فكل رسول وبني رولى أخذوا بقدر القابلية والاستعداد ما لديه ١٣٠ شرح شيخ زاده طه

ويحتل أن يراد بالعلم والحكمة علومه وحكمه صلى الله عليه وسلم فإن علمه حوافر لغنون العلم كعلم القراءة والتفسير والحديث والفقه والتقصص والمواظ والعتاقد وغيرها في كل منها صنف مجلدات والفهم وفات وكذا حكمه صلى الله عليه وسلم جامع لأنواع الحكم منها علم بالطب الظاهر المتعلق بالاشباح وعلمه بالعلاج المعنى المصالح لأمراض الانفاس ومنها علوم خواص الاشياء ومنها فنها ومضارها ومنها معرفة احوال الفلكية الافاقية المسماة بالمهنية السنوية السنة ومنها علمه بالامور الغيبية المخبرة عنها الكهنة المجتدة ومنها حقائق الصوفية وحقائق العربية فزون الدفاتر وخرين المناظر بتجربها وتفسيرها حتى صار علماء امه ورثة الانبياء وظهرت لهم خلائق العادات المنسوبة الى الاولياء الاصفياء فعلم كل نبى وحكمة كنقطة من كتاب علمه وشكلة من باب حكمه يعنى حدهم ومرتبتهم بالنسبة الى مقامه ومترله مرتبة النقطة من اللفظ والمعنى وبنسبة الشكلة والاعتبار من المعنى فلذا قال صلى الله عليه وسلم او تيت جوامع الكلم وامرت بحكم الخلاق واليه الاشارة بقوله تعالى واتبعوا احسن ما انزل اليكم من ربكم فمن "في البيت على هذا بيان على الوجه الاول ابتداءية والتقسيم

فَهُوَ الَّذِي بَنَى مَعْبَاةً وَصُورَةً تَرَاوُفًا حَبِيبًا بَارِي السَّمِ

يقع البيت بسكون الهاء في "فقفو" وباشباعها في معناه وهما لقان مشهورتان وقرأتان مترارثان فاختار من قال انهما من ضرورة الشعر "حبيباً" حال وقيل مفعول ثان لاصطفاة بتضمينه معنى جعل والنسب لفتحتين جميع نسبة وهي النفس او كل ذي روح وقيل هي الادنى والفاء للجزاء اي اذا عرف انه صلى الله عليه وسلم على الانبياء عليهم السلام في الخلق والخلق وفاق عليهم في الشريعة والحقيقة او في الاعمال والاحوال او في العلم والعمل وفي الظاهر والباطن او معاملته مع الحق والخلق او في الكمال المطلق ثم اختار واجتباة واتخذة محبا او محبوا او لم يتضاه من بين الخلائق يارعى السموات وفاض الارض والسموات وشعر لا فادة الترتيب في الصفات وقيل انما على باهما من الترتيب يعني قررت له مرتبة النبوة بعد تمام الصورة والسيرة وان كان اعطاء هذه المرتبة المعنوية غير متوقفة على وجود الكمالات الصورية فان الله قادر على كل شيء بالسوية وانما الاختلاف في صفته على الامور العادية وفيه اياما الوجه انتظار الى المدة الاربعينية وترجيحه على عيسى ويحيى من اعطى النبوة في حال الطفولية وان كان المتبادر الى الوهم عكس هذه القضية وهذا استفاد من الكلمات العاصمية وفي البيت تلويح الى قوله الله يصطف من الملائكة وسبلا ومن الناس وتلميح الى حديث صحيح وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان الله اصطفى

كثافة من ولد اسمايل واصطف من كثافة قريشا واصطف من قريش بنى هاشم واصطفني من بنى هاشم
رواه مسلم وفي رواية ان الله اصطف من ولد ابراهيم واسماعيل ورواه الترمذي وقال صلى الله عليه وسلم
انا سيد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر ويدي لواء الحمد ولا فخر وما من بني آدم من سواه الا تحت لوائي
وانا اول من تشق عنه الارض ولا فخر وانا اول شافع ولا فخر واه احمد والترمذي وابن ماجه رضي الله تعالى
عنهم

مَنْزَرَةٌ عَنْ شَرِيكِ فِي مَحَاسِنِهِ

جَوْهَرُ الْحَسَنِ فِيهِ غَيْرُ مَبْقَسِمٍ

"منزرة" خبر ثان "لهو" او خبر مبتدأ محذوف وهو "هو" و"المحاسن" جمع حسن على خلاف القياس وفيه
باشباع الضمير صفة الحسن او حال منه وفي اثبات الجوهر الحسن الذي هو عرض والحكم عليه بعدم الانقضاء
لطاقة لا يخفى يعني انه صلى الله عليه وسلم منفرد في الجمال الصورة البهيمية والسيرة السنية لا يشاركه في عالمه
احد من البرية اما في مجموع المحاسن من حيث المجموع على الوجه الحقيقي واما في كون عدم تنفعا على طريق
الادعاء فكان محاسن غيره خير حسن في جنب حسنه صلى الله عليه وسلم

دَعَا مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارَى فِي نَبِيِّهِمْ

وَأَجَبَهُ مَا شَدَّتْ مَدَّجَافِيهِ وَاجْتَكَمَ

يجوز في "نبيهم" التشديد والهزة ويقبل باشباع "ميم الجمع" ولورق فاعتزلك للوقف بمنزلة الوصل للوقف
ومدحهم في "الاحتكام" استعمال الحكمة واتقان الحكم يعني اترك في مدحه صلى الله عليه وسلم مثل ما
ادعته النصاري في نبيهم عيسى عليه السلام من الاتحاد والحلول والتثليث والتناسخ والتوالد ونحو ذلك
ما يوجب الكفر والشرك والضلال ويترتب عليه العذاب النكال والويل الاعلال حيث قال بعضهم
المسيح ابن الله وقال بعضهم ان الله هو المسيح وقال بعضهم ان الله ثالث ثلاثة واحكم بما شئت وفيه
من جهة لعنتهم ومن شرف شأنه وعلو منصبه ومكانه وتكبر بالحكمة واتقن بالحكم بالمرحة حتى
لا يتجاوز عن الحد الانساني الى الوصف الصلاني قال سبحانه وتعالى يا اهل الكتب لا تغلوا في دينكم ولا

تقولوا على الله الا الحق اين التراب ورب التراب

فَانْسِبَ إِلَى ذَاتِهِ مَا شَدَّتْ مَشْرِقِي

وَانْسِبَ إِلَى قَدَرِهِ مَا شَدَّتْ مِنْ عَظَمِ

"الفاء" للعطف التفسيري وما "موصولة" ومن "بيانية" والتنوين "للتعظيم فيها" والفصاحة عن الشرط
التقديرى اي اذا تركت مثل دعوى النصارى وكلام الجبابرة تلك السعة في دائرة النية الى ذاته تعظمه
ما شئت من الاوصاف المكملة من جمال الخلق وكمال الخلق وطيب العرق وزكاء اللب صفاته الجنان وبلاغة
الكلام وفصاحة اللسان وسائر كمالات الانسان فانه منبع الحسن ومبدع الرحمن وايضا لا الرخصة في
النسبة الدائرة على احاطة كمال قدره وقريبته وجمال ظهوره وعظمه ما امرت من انواع العظمة وذو الكرامة
واجناس العجرات التي لا يستقصى خداه ولا يحصى عدها

فَإِنَّ فَضْلَ رَسُولِ اللَّهِ لَيْسَ كَلِمَةً

حَدٌّ فَيَعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفِيهِمْ

"الفاء" للتعليل لامتناع المدح بالتفصيل ونصب "يعرب" على جواب النفي وضمير عنه "للحد" ويقره لا شباع
على لغة مراعاة للزينة والباء للاستعانة متعلق ب"ناطق" او "يعرب" والاعراب الاوصاح وبيان ولا يوضح
وهو لا يكون الا باللسان والتعبير عنه "بفهم" من المدة الحال بذكر المكان وفائدة ذكره مع ان النطق
لا يكون بغيره زيادة افادة عموم الحكم في عدم حصر قدره كقول تعالى وما من دابة في الارض ولا
ولا طائر يطير بجناحيه من تطايره يعني امرتك بالنسبة الاجتماعية في عد صفاته الكمالية فان فضائله
التفصيلية ليس لها نهاية حتى يمكن ان يبينه احد على غاية ولو بلغ مبلغ البلاء والفصحاء وفيه اشارة
الى انه افضل من جميع الملئكة وسائر الانبياء عليهم الصلوة والسلام بل ايماء الى انه

لا يعلم حقيقة الذات المحمدية

وحقيقة الصفات الاحمدية

صلوات الله عليه وسلم الا الموصوف بصفات الربوبية

ولذا قال بعض العارفين

لخلق عرفوا الصفات اللوهمية
ولم يعرفوا النعوت المصطفوية

لَوْ نَسَبَتْ قَدْرَةَ آيَاتِهِ عِظَمًا
أَحْيَى اسْمُهُ حِينَ يُدْعَى بِإِسْمِهِ الرَّحْمَنُ

"الغفر" بكسر العين خلاف الصغر كذا في القاموس فيكون مستعار النعومة والرحمة جمع الرمة كالقطع والقطعة وهي العظام البالية يقال دارس الرمم اذا غنى فانداسها زيادة في جود قدره مفعول به قلم لاهتمامه وعظماء تميز كتاب زيد نفساً واسمه "فاعل" احيى والنسبة مجازية فان الاحياء من الصفات الالهية وضمير يدعى راجع الى اسمه "او الى الله تعالى اى يسال باسمه ودارس" مفعول من قبيل اضافة الصفات الى الموصوفين والدارس والمجلة جواب لولو المعنى انه ظهرت له الايات البينات في رسله على رسالاته ونبوته صلى الله عليه وسلم وتبين له المعجزات المشعرة على علوم مرتبة ورفعة عظمه بقدر ما اقتضى من قضاء الله تعالى وقدره وحكمته وازادته ومن جملة معجزاته صلى الله عليه وسلم احياء الموتي حتى على ايدى بعض امته ومع هذا الوارد الله تعالى المناسبة تامة نسبة بين ذاته العلية والياته الالهية لاجل الله تعالى باسمه فضلاً عن رسمه اذا دعى او ذكر اسم من اسمائه او وصف من اوصاف صفاته العظام البالية والاجسام الغائية من الامور الحقيقية المجازية حيث جعل خاصية اسمه المحمد

او وصفه الاحمد انه اذا ذكر على ميت حقيقى صار حيا خاضعاً واذا ذكر على كافراً وغافل جعل مؤمناً وحول فداكر لكن الله تعالى ستر حال هذا المدر المكون وكما هذا الجوهر المصنوع بالحكمة بالغلة ونكتة سنية ولعلها

ليكون الايمان غيبياً والامور تكليفياً للشهود غيبياً والعيان بديهيها والامور منقولة لا قدام العوام ومزلة لتضرر الجهال بمعرفة الملك العلام ولا شبهة ان في مقابلة البالغته من ضمير يدعى "اى اسمه صلى الله عليه وسلم" لان

يدعى الله تعالى باسمائه الحسينى

بشيرة القرآن لشرف شأنه لا يمكنه البيان فان الكلام في عظمة الدلالة لا في شرف المقدار والمقالة فانه لو كان

دلالة القرآن ظهرت على قدر عظمة نبينا العظيم الشأن لما انكرو نبوته ومها التواحد واظهر الله تعالى في الدنيا عظمته ولذا قال تعالى ولوان قرنا سيرت به الجبال او قطعت به الارض ان كلم به الموتى بل الله الامم جميعاً اى كان هذا القرآن لكنه صرف عما ذكر لا كان هناك مانع منيع ثم خطر ان الناظر لوقال ناسبت عظمه آياته عظماء احيى منه حين يدعى العظام في الرمم بضم العين في عظمه ونحتها في العظام كان انساب بالنسبة اللفظية والملاطفة النطقية مع مراعات اللطائف المعنوية التي يقتضى الذات الجامعة

لَمْ يَكُنْ تَابِعِي تَعْمَى الْعُقُولُ بِهِ
حَرْصًا عَلَيْنَا فَلَمْ تَرْتَبْ وَلَمْ تَهْمِ

"والامتحان" الابتلاء والاختبار دعى "بالامر عجز منه ولم يهتد لوجهه والعقل ملكة تعقل صاحبها من الفضائل وتمنعه عن القبايح والمحرمات شدة الرغبة في الشيء والليل اليه وصرف الهممة عليه والارتياح "الشك والتردد ويقال وهم بالفتح اذا رجع جانب الباطل وهام" اذا تغير في امره العاقل وما موصولة والضمير في به راجع اليه وحرصاً مفعول له ارجح والمعنى انه صلى الله عليه وسلم من غاية رافته وغاية رحمة طريتا بشئ من عقائد الاسلام ولم يكلفنا بشئ من تكاليف الاحكام لم يهتد العقل بادراكه ويعجز صاحبه عن ادراكه بل اتانا بالدين الحنفية النور واللملة السمحة البيضاء لاجل حرصه علينا بحال التفاتة اليه فلم يشك في رسالته ولم يتغير في متابعتها ولم نختر طريقاً الى الحق بل الجامعة من شريعته وحقيقته صلى الله عليه وسلم وفي البيت ايماناً في قوله تعالى لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤوف رحيم

أَعْيَى الْوَرَى فِيهِ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يُرَى
لِلْقَرَبِ وَالْبَعْدِ فِيهِ غَيْرُ مُنْفَحِمٍ

"الاعياء" التجيز والورى "الخلق وضمير معناه" يقر بالاشباع والمعنى مقصود الكلام وكما كل شئ على وجه التام وفي نسخة "للقرب" فاللام بمعنى في "وضمير منه يشبع من اشباع وكذا فيه في نسخة والضمير راجع اليه صلى الله عليه وسلم وفي نسخة "منهم" فالضمير راجع الى الورى "وجوز على النسخة الثانية عود الضمير الى المعنى "ولا تخاف" قبل الان لا تروا صله ان المحرم يسود وجهه كالغمر عند الالتزام واستناد الاعياء في الغمر

مجازي اعني الله تعالى الوري عن فهم معناه ونعم مضاف الى مفعوله اي فهمهم معناه وما بعد ليس منصرف لثان
فيها ويرى مبنى للمفعول وفي القرب متعلق به او بليس ويجوز نصب غير على انه مفعول ثان ليرى على تقدير
ان يكون من الرؤية القلبية والمعنى

ان فهم معانيه الخفية البهية وكالاته العسيرية السنية اعجز الكائنات بأسرها والمخلوقات
بشرها ليس يصوب ولا يعلم في القرب والبعد المكانين او العهد والعصر الزمانين
منه صلى الله عليه وسلم حال كونه غير عاجز عن ادراك معناه وغير ساهت عن حقيقة
مبناه سواء من شرف بلقائه وطوبى لمن رآه او تحس على عدم مطالعة طلعه مبسوكه
مقولا في حقه واشوقاه او القرب والبعد بحسب المرتبة والمنزلة يعني يستوى في عدم
العلم باحاطة كالاته والتخوف في علو رتبته ورفعة صفاته صلى الله عليه وسلم من قرب
ليه في الحال والمقام كاولي انعم من الرسل الكرام العظام والملائكة المقربين وجملة العرش
لكرام ومن بعده عن همة ومسائله من عوام الانام

كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِّنْ بَعْدٍ

صَغِيرَةٌ وَتَكْبَلُ الْيُطْرَفُ مِّنْ أَمٍّ

بعد بضمتين لفتة والاكلال التعجب عن الادراك واليطرف البصر والام بفتحتين القرب يعني انه صلى
الله عليه وسلم في وصفه الذي تقدم من انه عجز عن فهم مباسه وادراك معانيه القريب والبعيد والشقي والسعيد كالشمس
التي من جهة البعد حال كونها صغيرة وتجن البصر والنظر من القرب وتصبح نفس الرائي حيرة هذا من تشبه للمفعول
بالحسوس لتقريب الفهم المنكوس والحاصل ان الشمس على ما قيل قد رعدت الارض مائة مرة وبضعا وستين مرة
فلا تدرك بكما لها وان شوهدت

كذلك النبي صلى الله عليه وسلم لا يدرك معناه ان شوهدت صورته تظهر من المسافة البعيدة صغيرة
واذا اقترب الشمس لا يدرك حقيقةها وترتها يرى نفسه عابرة حقيرة كذلك هو صلى الله عليه وسلم يرى في بادي النظر
انه فرد من احاد البشر اذا تأمل الواحد في جمال ذاته وكمال صفاته تحير وعجز عن ادراك مراتب درجاته (قال)
تعالى ورفعنا بعضهم درجات قال المضنون المراد بالبعوض انه العلية الصفات او يقال انه صلى الله عليه وسلم
وسلم يرى في نظر الانبياء من اهل العقلة عن الامرار صغيرا وفي عين اهل البصيرة من الانبياء خلاصة

الانسان كبير اقال تعالى وترهم ينظرون اي ظاهرا وهم لا يبصرون اي باطنا ومنه قوله صلى الله عليه وسلم
اللهم اجعلني في عيني صغيرا اي لمشاهدة عظمتك وفي اعين الناس كبيرا اي لكاشفة قدرتك

وَكَيْفَ يَذْرُكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيقَتَهُ

قَوْمٌ نِّيَامٌ تَسِيلُوا عَيْنَهُ بِالْحُلُمِ

كيف ظرف متضمن لاستهزام الانكار متعلق بيدرك وتقدم لصدارة الاستفهام والحلم بضمين لغة وهو
ما يراه النائم والمراد هنا الخيال والقوم هو الوري او ما وراء الانبياء والاولياء المتوكلين يعلم في الدنيا الدنية حقيقة
الذات الحقيقية والذات الالهية جماعة غافلة كالنيام فنعوا عن معرفته بالحالات والا وهام وفيه تنبيه على
ما روي ان الناس نيام فاذا ماتوا انتبهوا واشارة تحجب بشارقة ان شمس جمال وكوكب جلال لم يطلع من افق كمال
في الآخرة وقت النذامة كما قال عليه السلام ادم من دونه تحت لوائ يوم التوبة فان البصائر تكامل الادراك
السرير للقريب والبعيد قال سبحانه وتعالى فبصرك اليوم حديد ولذا قال بعض العارفين انما امتنع رؤيته الله تعالى
في الدنيا الفانية لان الباقي لا يرى الا بالعين الباقية

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيهِ أَنَّهُ بَشَرٌ

وَأَنَّهُ خَيْرُ خَلْقٍ إِلَهٌ كُلِّهِمْ

يقع اليب باشباع هاء في فيه على قراءة المكي وكسرة اليم في كلهم والاشباع من الحكيمة الشعر يعني
نخاية بلوغ علما وغاية وصول فهما في مبنى ذاته انه بشر غنيير وجرهم جسيم من افراد الانسان واحاد الاعيان
وفي معنى صفاته افضل الكائنات وسيد الموجودات انما أكد بالكل دفعا لخلاف البعض وهذا شعار العجز
والقصور لاهل الثقلين عن احاطة كنهه في الجانبين

وَكُلُّ آيٍ إِلَى الرُّسُلِ الْكِرَامِ هِيَ فَاتَمَا اتَّصَلَتْ مِّنْ نُورِهِ يَهُمُّ

له تكونات تكونت بانفاضة فيقول النبي صلى الله عليه وسلم الذي هو المستفيض من النفيض الاول فوجوه الانبياء عليهم الصلوة والسلام وكل آية
باقية

كل مؤمن من عبادة الله تعالى ولعطفه للخلق وبعد قول عصام الدين انه منصوب عطفاً على اسم "أي" جمع الزية بمعنى المجرة والرسول يسكن السنين تخفيفاً مع الرسول والكرام جميع كرامته وهو من باب انحصار اذ يفهم غير هاب الطريق الاولى يعني جمع ما في الرسول والانبياء من خوارق العادات فانما اتصلت تلك الايات بالظواهر والمجيزات الباهرات من اثر نور (صلى الله عليه وسلم) الاصل الذي اتصل بهم بطريق القرينة بجزوات السابقين معجزة لكان كرامات اللاحقين كرامة له فالسابقون واللاحقون انما فهم للحقيقة لا لثبوت كالمقدمة والسابقة للامير سائرهم والى حكمه صابرون و

"كذا علم ومعرفة ونكتة وحكمة فانها من اشعة النور وملتعة انواره"

فَانَّهُ شَمْسٌ فَضِيلٌ هُمْ كَوَاكِبُهَا

يُظْهِرُنْ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلُمِ

تحليل حسن وتعليل مستحسن فانه شبه النبي صلى الله عليه وسلم بالشمس تشبيهاً بليغاً والاضافة بمعنى "من" اي من فضل الله كذا قيل ولاظهار الفضل بمعنى الفضيلة والزيادة والاضافة لادنى ملازمة يعني كمان الشمس متميزة بزيادة الضوء واصالة النور من سائر الاقبار والكواكب الكواكب كذا نبينا صلى الله عليه وسلم ممتاز بفضل اسرار الفضائل واصل انوار الشرائع عن سائر ارباب الفضائل وهم يعني الرسل والانبياء مثل كواكب تلك الشمس والاضافة تفيد ان كواكب الشمس مختصة بما يستفيض من نوره ويستفيد من ضوئه وهو القمر كما هو في محله مقرب من مجموع لتعدد مشبه وقيل لاختلاف احوال من الهلالية والبدرية وغيرها وقيل المراد مطلق الكواكب فيكون الحكم تغليباً او مبالغة ادعاء "يظهرن" اي الكواكب انوار الشمس للناس وحضورهم ولوقال للخلق نعم والظلم جمع ظلمة اي ظلم الليالي والمعنى انه صلى الله عليه وسلم بمنزلة الشمس في افق سماء العدل والفضل بزيادة النور ومنية الاصل وسائر الانبياء في المشرق والمغرب انما هم بمنزلة القمر من بين الكواكب في

انهم يستمدون من نور بنوته القديمة ويستنبئون من ضياء رسالة القومية اولانهم

كما النور يظهر من النور في الليالي المظلمة والافاق المداومة للناس اي بكونهم اوكلمهم في التخصيص بالناس لان الجبل لم يبعث غير نبينا الهمة واذا طلع نور شمس المحمدية غاب كواكب الانبياء ورسول الاحدث وعلى هذا التغيير عن الانبياء المشبهين بالكواكب المنويين بضمير الاناث في "يظهرن" بناء على حكم المعجزة وهذا عكس ما ورد في القرآن من قوله تعالى ركبنا احد عشر كوكبا والشمس والقمر ربيعتهم وفيه شارة الى نسخ شريعة نبينا صلى الله عليه وسلم من قبله من الانبياء واما الى ان يومه ليس بعد ليل ودينه لا يعقبه زوال وفناء

اَكْرَمُ خَلْقٍ نَبِيٍّ زَانَهُ خُلُقٍ

بِالْحَسَنِ مُشْتَمِلٌ بِالشَّرِّ مُتَّسِمٌ

"اكرم به" صيغة تعجب والحق بالفتح "المخلقة" والصورة وبضميتين الصفة والسيرة والاستعمال في الالتماع التلطف بالشملة والتلبس بهامع الاحاطة والبشرة "بالكسرة" ما يظهر في بشر البشر من اثر السوء يسمى البشاشة وفي بعض النسخ "بالر" وهو سعة الخريف السباحة والانسام بالشئ الاتصاف به من الوسوة وهي العلامة جملة "زانه" صفة "نبي" "اخرق بنى" والحسن متعلق بمشتمل وهو بالجر صفة اخرى وشبه ما بعده والحسن راجع الى الخلق والبشر راجع الى الخلق او كل منهما نعم وهو في ذوقنا تعريفا ما اكرم خلق بنى وصنوته الظاهرة الذي زينته وحسنه خلقه وسيرة الباطنة والظاهرة فهو كما قال الله تعالى ونور على نور وقال تعالى مثل نوره كمشكاة فيها مصباح الموصو باشتغال الحسن واحاطة جميع حالته ومقالاته وحركاته وسكناته لا تصف لا بشام بالشر التام والبشاشة على طريق الدوام والانسام في وجه العلم الخاص على وجه يرضه الملك العلم عليه الصلوة والسلام ما دامت الليالي والايام وان كنت تريد ان تدرك لانه من صفات خلقه الجسيم او تشتم رائحة من نوره خلقه العظيم فعليك بالشفاء والمواهب لتظفر بالمجائب والغرائب

كَالرَّهْرِ فِي تَرْفٍ وَالْبَدْرِ فِي شَفْرِ

وَالْبَكْرِ فِي كَرَمٍ وَالْيَهُودِ فِي هَمَمٍ

أشهد على الله عليه وسلم شرف وكبر مثل الزهر والورد في النظرة والطلاوة ومثل البدر وهو
يكون في ليلة أربعة عشر العبر عنه بطرف الرفعة والتعليق على الكائنات وفي غلبة نوره على سائر المخلوقات
وهو ما قبله متعلقات بخلق المكرم كما أن الوصفان الآخران راجعان إلى خلقه المعظم ومثل البحر في نوع
الاحسان إلى أفراد الإنسان كما قال الله تعالى في سورة الرحمن يخرج منها اللؤلؤ والمرجان ذباى الأء
ريكما تكذبان ومثل الدهر وهو أعم من العصر في القوة والنية والظاهران المراد بهما ملكة الشجاعة
وهو علو همة الزمان تخيلى وأما وصفه صلى الله عليه وسلم فتحقيق والتشبيه من باب تشبيه السموات
المعنوى بالامر الحسى ومما ورد في نعومة بدنه ورعامة جسده صلى الله عليه وسلم ما أخرجه الشيخان
عن انس رضي الله تعالى عنه ما سمعت جبرائلا يذبحته إلى من كف النبي صلى الله عليه وسلم وما جاء في علو
مقامه ونور وجهه ما أشار إليه صلى الله عليه وسلم يقول فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر
على سائر الكواكب رواه احمد والترمذي وغيرهما وقال في حديث آخر فضل العالم على العابد كفضل علي أدشكر
رواه الترمذي وغيره وما روى في كرمه واحسانه وبره واعتدائه ما رواه مسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ما سأل
رسول الله صلى الله عليه وسلم على الاسلام الا أعطاه نساء رجل غنما بين جبلين فاعطاه اياه فأتى قومه فقال
يا قوم اسلموا فوالله ان محمدا صلى الله عليه وسلم يعطى عطاء لا يخاف الفقر ومما يدل على قوة قلبه وهمته
وملكة شجاعته ركض بغله لما روى المسلمون في حين قبل الكفار إلى ان انقضوا بمجسات رماهم بها عن البراء
كذ والله اذ احرار البس يبقون به سبي الله عليه وسلم روى الحديث مسلم والتشبيه الاخير على عادة
الشعراء العرب ومبالغتهم في تحسان الادب ونظيره قول الشاعر في ممدوحه له هملا منتهى
لكبارها وهمة الصغرى اجل من الدنيا قد نسب هذا البيت الى حسان رضي الله تعالى عنه في مدح النبي
صلى الله عليه وسلم

كَأَيْتَهُ وَهُوَ فَرْدٌ فِي جَلَالَتِهِ

فِي عَسْكَرٍ حِينَ تَلْقَاهُ وَفِي حَشَمٍ

في جلالته صفة لفرد وفي عسكر متعلق بمحذوف في محل رفع على الله كان أي النبي صلى الله عليه وسلم
والحال انه منفرد بذاته وثاب في عظمة صفاته وكان في ظهوره كماله من كمال هيئته وجلاله لا يهتد قائم وتليق
عسكر كبير وفي وسط حشمه حين تلقى ايما الخاطب وتراه في ذلك الوقت وفي البيت إشارة إلى قوة شجاعته

وعظمته مهابة بان يكون حاله انفراد من قوة الجاش كمن يكون في الجيوش من حال الانتواش وإيما الله
لا يخلق عن متابعة أعوانه ومتابعة خلافة من الرجال الغيبة والملائكة السماوية وفي نسخة من جلالته
على انه علة للتشبيه المستفاد من كان وهو في المعنى وجه التشبيه اذ القصد تشبيهه بفرج انفسه الخار
مصوب بالعسكر وحشم في الهيبة والوقار وفي نسخة بهم بد لحشم بضم الباء جمع بهم بفتحها وهو الشجع
وقيل جمع بهم كتمه وهو العسكر والركبان والنسخة المشهورة اولى لا تيان هذا اللفظة في القوافي الالية

كَأَنَّمَا اللَّوْلُؤُ الْمَكْنُونُ فِي صَدْفٍ

مَنْ مَعْدِلٍ مَبْطُوقٍ مِنْهُ وَمُبْتَسِمٍ

يقر البيت بسكون همزة الأولى وأبد الناهن اللؤلؤ واشباع منه وهو راجع إليه صلى الله عليه وسلم والمنطق
مكان النطق وهو القلب واللسان وهما مظهر البيان والمبتسم بصيغة المفعول مكان التبسم وهو الشفان
وهما مظهر الاسنان ويمكن ان يكون المنطق والتبسم مصدران واذا فقه بمعنى اللام وعلى الأولى للبيان
وفي البيت تشبهان احدهما معنوي والاخرى حسي يعني ان جوامع كنهه ودره ومنصور اسنانه وتعميره
كاللؤلؤ المصنون في لطافته وغرره كما قال البحرى

فَنَ لَوْلُؤُ يَبْدِيهِ عِنْدَ ابْتِسَامِهِ وَمَنْ لَوْلُؤُ عِنْدَ الْكَلَامِ لَسَا قُطْ

وشبه الغمر والقلب بالعدو في نه لا ينفك كثرة لطافته وصف اللؤلؤ بالمكْنُون الدال على طراوته
وتقييده بكونه في صدق ومعدنه لكونه فيه احسن منه في غيره قال المحلى حكى ان بعضهم راي في النيران
الصدوق رضي الله عنه يرفى النبي صلى الله عليه وسلم في البيت والبيت الذي فيه باحسن الانعام والاشارة بعض كالاته الصورية
والعنوية من خلقه وخلفه حال الجيرة اومى بأنه صلى الله عليه وسلم ايضا متميز عن سائر المخلوقات فحال المرات
كما قال صلى الله عليه وسلم ان الله حرم على الزين ان تاكل اجساد الانبياء عليهم الصلوة والسلام

لَا طِبَّ يَعْدِلُ تَرَبَّاضًا عَظِيمًا

طُوبَى لِمَنْ شَقِيَ مِنْهُ وَمَبْلَتْ تُنْمُ

له مراد بالظلم اثبات الطيبة لبدنه عليه السلام بطريق الكناية اذ هو بلغ من الحقيقت فرصف تراب روضته عليه

"الطيب" ما يطيب به وتعديله "واؤه" والتعب "بالضم" بمعنى التربة أو التراب ونصبه بتراب القافض والضم
بمعنى الجمع والهمز والعظمة جمع عظامه والمردج جمع أعضائه المعظمه مجازاً بذكر الجوز وإرادة الكل و"طوبى"
مصدر طرب كنبشري و"طوبى" والواو متقلبة عن الياء المضممة ما قبلها وهو مرفوع المحل كقولك "سلامك" أو
منصوب المحل كطيباك و"سلامك" واللام للبيان كما في "سقيالك" ومعناه أصبت خيراً وضيافيه معنى استغنى
والتمنى انتشاق أى شرويقها "منة" بالاشباع وضميره راجع الى تربيته وهو بائع من ان يكون عائد لبيته صلى
الله عليه وسلم ولأنه "قبله" يعنى لا يوجد طيب من مسك أو عنبر أو غيره يساوى نفسه بتراب تربة التي لم تستاعداته
وجعت اجزائه واحاطت بحجمه الشريف وقرنت بقرب يدنه اللطيف ولهذا أتيجب تعنى ويقاوتين بن العسل
المستطابة لمشعر من ذلك التراب ومثل ذلك العقاب هو كناية عن الزيارة والاقتراب من ذلك لما في الحديث
المعقوق عليه عن النبي صلى الله عليه وآله قال ما شربت عنبر ولا مسك ولا شيئاً طيباً من ربح صلى الله عليه وآله ولم يلبس
مقبس من مرثية البتول الزهراء فاطمة الكبرى رضى الله تعالى عنها أصبت على مصائب لولاها أصبت على الأيام
لصون لياليا - ما ذاعلى من شمر تربة احمد لولم يشمر مدى الزمان غوا ليا ثم صرح العلماء رحمهم الله تعالى بأنضحية
صلى الله عليه وآله افضل من الكعبة وما الخلاف المشهور بين الملة والمدنية زادها الله تعالى شرفاً وتعليماً بل
روى عن الغزالي أن تربة لصقت بجسده من الفراش اعلى تربة من العرش ثم لما ذكر انه بائع الكمال في جميع
الاحوال اشار الى انه صلى الله عليه وآله من مبادئه لولا فتح الجبال فقال

أَبَانَ مَوْلِدُهُ عَنِ طَيْبٍ عَنِصْرِهِ

يَا طَيْبٌ مَبْدَأُ أَمْنِيهِ وَمَخْبِتُهُ

"الابانة" الاظهار والمولد "المبدا" والمختتم اسما زمان والعنصر الاصل والاركان ومنه "باشباع" الهاء
والضمير راجع اليه صلى الله عليه وآله وسلم يعنى اظهر زمان ولا دته باظهار الله تعالى وارادته عن لطافة مادة اصله
ونسله ونظافته خلقته وطهارته وقت اختتام رحلته والنداء للتعجب والتعجب والحث على فهمه والترغيب
السلام بانه شرف لا حبيب مثله وصف دته عليه السلام بطريق الكناية فالتراب انما اخذ الطيب من مقارنته له عليه
السلام ولما كان عليه السلام متصفاً بخلق الطيب وفي شرح شيخ زاده ان عند المحب تربة ارض الحبيب اقله من كل
كس واطيب من كل طيب - وانعى ان الجنة ونعيمها من يزور روضة النبي ويشمر لسيماها ولعمري حقيق بان يكون
التراب الذي فتم جسمه المطهر الحبيب من الكافور والعنبر فان ضم الجنى الى الجنى من سنن الله تعالى فان العلماء
ان تربة قبره افضل من البيت والمسجد الاقصى والعرش والكرسى - خر يوفى -

وفيه بناء الى حسن خاتمة وفاتحة وتبوء الى علو سعادته في بدايته التي هي اساس نهضة وقرار الصديق الأكبر
رضي الله تعالى عنه ما قبله بعد مماته صلى الله عليه وسلم طبت حياتاً وميتاً وقال الشاعر
في المهد ينطق عن سعادة جده في اشر النجاة ساطع البرهان
والمراد بالابتداء والاختتام الاستمرار والدوام كما في قوله تعالى وسبحوه بكرة واصيلاً ولهم ربح
فيها بكرة وعشياً

يَوْمَ تَفْرَسُ فِيهِ الْفَرَسُ أَتَمُّ
قَدْ أُنْذِرُوا بِحُلُولِ الْبُؤْسِ وَالنَقَمِ

المراد "اليوم" مطلق الزمان لقوله في البيت الاق و"بات كسرى" وهو بدل من "مولده" او خبر مقدم هو
هو "تفرس" اى نظر وعلم بالفراسة وهى قوة يدرك بها الانسان المعاني الباطنة من الخبايا الظاهرة والفرس
اسم جمع لاهل بلاد فارس وهو بكسر الراء فى لغة العرب وبسكونها فى كلام العجم و"أنهم" يقرء بهم
الميم والبؤس "يهمز ويهمز وهو الشدة المورثة للهم والحزن وتنفخ بكسر النون ونخ القاف جمع نقمة بمعنى
العقوبة يعنى زمان ولا دته وان بدايته صلى الله عليه وآله وسلم هو وقت ظهر بطريق الفراسة فى ساعة المروءة
بالفراسة لاهل الفرس من عظمائهم وعلمائهم قد علموا انهم ما متخذ المتخوف بنزول الشدائد والحقوب
بهم على وجه التضعيف بهم من زوال دولتهم وانقراض ملتهم حيث ذرن ولا دته الايات وعلمنا انى يقال
لها الارهاص وهى خوارق العادة المتقدمة على الظهور المعجز كما اشار الى بعضها المصنف ويعجز من احصاء المصنف

وَبَاتِ أَيَوَّانٍ كَسِرَى وَهُوَ مُنْصَدِّعٌ

كَيْشَلِ أَحْجَادِ كَسِرَى غَيْرِ مَلْتَمِ

"بات" مطلق على "تفرس" اى صار فى وقت البيوتة وللوليدة ملاءمه على التحية والايوان "بالكسر"
اسم معرب لمسقف لا يكون بجانبه المقدم جدار وكسرى "بكسر الكاف" وفهمها معرب "فسر" هو اسم
ملك الفرس كنزوهون للمصدر وقصو "لروم" والغاشى "للحيشة" والحقان "للترب" ومع "اليمن" والخصلة
الانشقاق "والشملى" من الاضداد التقوى والاجتماع التفرق بعد الاجتماع والالتيام "بالهمزة" الاتصال

و"نراد بالكسرى الثاني غير الاول وليس من باب الاظهار موضع الضمارة فان الاول نوسيروان بن قبال العرس
وحديث "ولدت في زمان الملك العادل" لا اصل له كما قال البخاري واما الثاني فهو يروين هرون بن يزيد
جورد بن نوسيروان وفي شرح المنظومة ان هذا الثاني عمر والد الامام الاعظم ابي حنيفة نوبخت بن
طائوس بن هرون وقيل مديده الامام محمد يصل اليه في طائوس وهو محمد بن حسن بن عبد الله بن طائوس وهو غير
ملتئم "خبر ثان وكشمل" متعلق بغير ملتئم وانما يلتئم ليكون تذكرة باقية وتعيها اذن واعية ويجوز ان يكون
كشمل اصحاب كسرى خبر ثان وغير ملتئم حال من الشمل فيراد الالتئام الاتفاق والمعنى صارية ظهور
ويبدو نوره صني الله عيب وسم طاق ايون كسرى مكسورا اشارة الى كسرههم وغير ملتئم ايماء الى جبرهم بشفقة
اصحاب كسرى الاخرى بعد ان فهم لم يتفق لاحد من ملوك الارض كمسند ومقامه وحشمه وجيشه وابوابه وخدمته
فلزم في الانحزام والانحزام حتى جاء تباشير الاسلام وروى انه لما رجع وارقد ابوانه خاذ هو واعوانه اذا سقط
اربع عشر شقة فوجه قصصا وان كان بمنزلة احد ملوك العرب ويستفسر عن سوابد ارفع الخبر الى سطح وقد
اشترى الطويح وهو احد كجينة العرب ما كان له عظم سوي راسه صلا فقال يكون اسبا شات ويؤملونه بعد
الشرفات قيل قال بني يعوش اربعة عشر ملكا ويؤتون يد بر الله تعالى فيما سيكون فاد عشرة منهم في اربع سنين وانتوى
اربعةهم الى خلافة ميراثهم عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه وعن كل النجابة اجمعين

وَالنَّارَ حَامِلَةً الْاَنفَاسِ مِنْ اسْفٍ

عَلَيْهِ وَالنَّهْرَ سَاهِيَّ الْعَيْنِ مِنْ سَدَمٍ

ا "المجود" الانطفاء ونفس النار كناية عن ليلتها "الاسف" الحزن والساهي الغافل والسدم الحيرة والجملة
عطف على قوله وهو منصرف ويمكن ان يكون عطفا على بات لان هذه الجملة في تقدير المفرد اي النار التي كانت
موقدة مدة الدهس لم تكن ان يكون ابعدها ونحوها خادمة يحفظ نيرانها ويفقدونها خدات وهدت عند ظهور نور
ولادته واشعة شمس ليلته ولايته وفيه ايماء الى من اقتبس من هذا النور انطس وانطفاعه النار ويؤيده لما
جهنم تقول جريما من فان نورك اطفأ لحيى وقوله "من اسف" اي تأسف وتجزئ على كسره او الفرس او على كذبه
حيث عبدها وتركوها عبادة خالفها او من اجل حصول الاسف والحزن لهم بتفقد معبودهم وفيه اشارة الى ان الخاد
والغافل غير مستحق للعبدية بل هي التي لا يموت يستحق الربوبية قوله "والنهر" اي صار في تلك الليلة المعظمة والساعة
الكرمة نهر الفرافرة فلا يسوعه عن مجرى من حيرة الفراق ووقع في سارة وهي بادية بين دمشق والعاقر امره

بالعين "الاعين" فاعني سبه من عين الفرات لعمدة من مفاجاة البلوك وصل الطريق بطرق العمى كذا قيل وقيل اي
نهر كسرى الذي جعل فوقه سدا عظيما ومقاما كراما وصرفه خراج العالم وطير مثله بنى ادم يسرى تلك الليلة عينه
مثل قلب قاس لم تدمع عينه من الحيرة في القدرة الالهية والخشية من العظمة السلطانية وفيه اشارة الى ان الجمادات
لهاتغيرات بتغير الغير الرباني وتأثيرات بتأثير المورث الهادي قال تعالى ومن الحاقة لا يتغير منها النصارى وادمنها لا يشق فخرج منها الماء
منها لما يهبط من خشية الله وقال تعالى قلنا يا نوح كوني برح او سلاما على ابراهيم وقال عز وجل تدمر كل شيء بلهم
رهبان فسفده ويدراره النرض وفي كلمة على الطبيعة التي يخالف الاصول الشرعية وفيه اشعار الى ان كل نهر من العالم
العقلية المتصلة للدقائق الفلسفية ليس لها وجود عند بحر علومه الشرعية ويسرع معارفه الحقيقة

وَسَاءَ سَاوَةٌ اَنْ غَاضَتْ بِحَيْرَتِهَا

وَرَكَّ وَارَكَّهَا بِالْغَيْظِ حَيْرَظْمٌ

"ساء" احزبه و"ساوة" بدلة بعينها تابعة لهذان في تقدير الزمان وصارت في ايام هارون الرشيد من اتباع
تسمر قريبا من كاشان وغاض بمعنى نقص وغار جاء لانزما ومتغدي "بحيرة" تصغير البحر وقيل وهي عظيمة فتصغيرها
للعظيم و"ررك" على بناء المفعول و"وارك" للعطف او الحال "وارك" هو المشرف على ماء دخله او يدخله ويقال
للسابق ايضا والباء اللامسة ان كان الغيظ بالطاء السالبة والنسيبة على رواية بالضاد بمعنى النقص وهو
متعلق "برد" او بالغيط "او" بالوارد "و" نظي فعل ماض من انظار بالهزة وهو العطر فلما سكن الهزة وقفا ابدل
يار وما وقع في بعض النسخ من حذف الياء فهو سهو وسبق قلم والمعنى حزن اهل ساوة وكانت حوالبها صوامع
للهمود وكناش للنصارى وجاء معتبرة ومنزها مشتهرة بخبر نقصان بحيرتها ما كان انتقاص ما في ليلة
الميلاد على المعتاد ورجع قاصد ماءها وطالب ماءها بالقهر والغضب او سبب النقص والتعجبين عطش ورجع
عطشان وعلى نفسه غضبان وفيه ايماء ان بحر اهل العذاب انما هو كسر اب بقية يحسبه الظان ماء
بخلاف الكثر الذي اعطى خير البشر صلى الله عليه وسلم فان من شرب منه شربة لا يظأ ابد وفي نسخة "غارت"
بدل "غاضت" وهو اظهر في المعنى وادل على المدعى وينتفع وهم نقصان بقوله من الوارد السابق فكيف با
للحق والدفع ايضا بقوله

كَانَ بِالنَّارِ مَا بِالْمَاءِ مِنْ بَلَلٍ جُرْنَا وَبِالْمَاءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَمٍّ

"الضمر" بفتح الهمزة واللام "في الماء والنار" للعهد اى نارقايس وماو بحيرة وقيل للجنس والاول اظهر والمعنى الذى كان بالماء من بلل كانه حصل بالنار لاجل الحزن على زوال الكفر والكفار فكانها تيكى على اضلال الكفر وجلاء عبدتها وتحرك على مفارقة احبتها وكان بالماء وصل الذى كان بالنار من شغلة الاتهام جزوا على مفارقة الاحباب والاصحاب فكانه تحترق وجد الفقدان شاربها تاسفا واذهاب مزهاها تلخفا

وَالْجَنُّ تَقْتَفِ الْيَوَارِسَ طَعَةً

وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَعْنَى وَمِنْ كَلَامٍ

"والجن" مأخوذة من جنة اذا سقوا سموا به لاستسارهم عن اعين الناس "وهنف" اى صاح وافغم الكلام من حيث لا يراه السامع يعنى وطائفة الجن ايضا اعلموا بولادته صلى الله عليه وسلم واخبروا بجلول رسالته والانوار في زمان ظهور ذلك النور ظهرت على الانام بحيث اضاءت قصور الروم والشام والحق اى امر نبوته صلى الله عليه وسلم يظهر من معنى قارن ولادته وهو الاضاءة "ومن كلام" نطق به الجن لارادة الاشاعة روى انه سمع الناس من جبل ابى قيس والجن عند ولادة ذلك الدر المنكون اصوات الجن في مدح امه امنة ولم يروا منهم احدا - لقد ولد خير البرية احمد - ونقل امر عثمان بن ابي العاص انها قالت كنت حضرت ليلة الميلاد فركبت الانوار ساطعة على جميع العباد والبلاد وقالت صفية بن عبد المطيب رثت نور على نور السراج غالب وقيل المراد من تهافت الجن اخبارهم للكهنة انه سيولد صاحب النبوة ومن الانوار الساطعة الواضحة انوار حيا ابائهم واجدادهم اللائحة وقيل تظهر حقيقة من سريره ومعتله او من ظاهره وباطنه او من الامور المعقولة والمحسوسة او من معاني القرآن والفاظ الفرقان

عَمَّوْا وَصَمَّوْا فَاَعْلَانُ الْبَشَائِرَ لَكُمْ

يَسْمَعُ وَبَارِقَةٌ الْإِنْدَارُ لَكُمْ تَسْمَعُ

الضمير في صموا وصموا بفتح الصاد الى اهل العناد والدال قرينة المحال لان ذكر الحبيب يدل على العدا والاشياء تبين باضدادها والاعلان "بالكسر مصدر اعلن" وبالفتح علن بمعنى علانية والبشائر جمع "البشارة" وهي السرورة وقيل جمع البشارة بكسر الباء وهي الخبر الموشى بسرر البشارة ولم يسمع روى بالفتح والناث "البارقة" مصدر بمعنى البرق كالكتابة في قوله تعالى ليس لوقعتها كاذبة وقيل اسم فاعل وهو السيف ويراد بها

الانذارات للامعة والانذار "اعلام فيه تخويف ونصيحة" وشام البرق "نظر البصر والمعنى على الكفار عن رؤية الانوارم يذروا الى انذاراتهم المرئية الضياء والمعان وصموا عن الاخبار والاشارة لئلا يسمعوا بشارة النبوة الواقعة على وجه الاعلان قال الشاعر

لقد سمعت لوبارسية حيا به وكذلك لا حيرة لمن لا تنادي

وحاصلهم ما انتفعوا ببشارة البشارة ولا انتذروا ببارقة النذير لامن الايات وامن المعجزات المرئية وكان الدلائل الحكيما السمعية ولا من رؤية الانوار في ليلة ولادته صلى الله عليه وسلم ولامن اخبار الجن بظهور رسالته صلى الله عليه وسلم ولا من كسر قصر كسرى حين ابصره ولامن قول الكهنة لهم حين اخبروا الكهنة صموا عن سماع الحق وقبوله وعما عن رؤية الحق ووصوله وفي البيت لف ولشعر مشوش الاظهر انه عكس يتعلق ما بعده بما قبله لفظا ومعنى فيكون من قيل يوم تبيض وجوه وتسود وجوه فالذين اسودت وجوههم الالية

مَنْ يَعْدِمَا أَخْبَرَ الْأَقْوَامَ كَاهِنُهُمْ

بِأَنِّ دِينَهُمُ الْمَعْجُوجُ لَمْ يَأْتِ

"الجار" تنازع فيه الفعلان المتقدمان "الكاهن" المتخبر عن بعض الامور الغيبية بالسما من بعض الناس "الجنة المسرقة من الملائكة السماوية وقد قال الله تعالى قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب الا الله ولا عن حاجج" في الامور الحسية عدم الاستقامة الصورية وفي غير الحسية عدم الاستقامة المعنوية وقامت السوق اذا نفقت والمعنى صموا حين لم يسمعوا بشارة الانذار من بعد ما اخبر كاهنهم اقوامهم الكفار بان طريقهم التي تدينوا بها وخرجوا عن طريقة الصواب الذي فطروا عليه بسببها لم يقيم اعوجاجها ولم يحصل رواجها قال تعالى وقل جاء الحق وزهق الباطل اذ الباطل كان زهوقا وفيه ايماء الى انه اجمع الحق والمبطل على حقيقة نبوته وصدق رسالته صلى الله عليه وسلم فالاصرار على الانكار لا طفاء نور الابصار كذا قال الناظم بعده

وَبَعْدَ مَا عَايَنُوا فِي الْإِفْقِ مِنْ شُهُبٍ

مُنْقِضَةٍ وَفَقَ مَا فِي النَّهْرِ مِنْ صَمٍّ

"بعد" يروى بالجذر والنصب "وما" مصدرية او موصولة "والافق" بسكون الفاء تخفف ضمها مفرد الافاق

وهي جوانب السماء والشهب بضمين جمع شهاب بمعنى الكواكب المضيئة ويطلق على شعلة فارساطعة و
 الاصع اها منقلبه من نار الكواكب وليست نفس الكواكب لضمها قامة في الفلك على حالها وما ذلك الالقب
 يؤخذ من النار وهي ثابتة كاملة غير ناقصة "والانقضاء" السقوط يقال انقض السهم سقط ويجوز
 الحركات الثلاث في منقضة ونفس وفق "بتزج الخافض على الحالى في حال كونهما رفقة لما في الارض والمعنى
 عواحين لهرير الانوار والانداز الواضحة من بعد معاينتهم في اطراف السماء بعض الساقط اللائحة على
 وفق سقوط ما في الارض من الاصنام الكالحة والحاصل انه وانقضاء الايات الافاقية من منعهم الاستراق السمعية
 ولا الايات الانفسية من كتمان الصانع على الوجه المعلوم فلم ينجع فيه كمال ينفع لهم البيا والله المستعان
 وعليه التكلان

حَتَّى غَدَاً جَرِّقَ الْوَحْيَ مُنْهَرِمْ
 مِنَ الشَّيَاطِينِ يَقْفُوا اِشْرَافَهُمْ

"حتى" عاطفة او ابتداءية متعلقة بالمنقضة وغدا بمعنى صار وقيل بمعنى ذهب معطوف على منقضة كما في
 قوله فالق الاصمخ وجعل الليل سكنا ومنهم "اسم غدا ويقفوا" خبر "از" ظرف من الشيطان صفة منفر
 وعن طريق الوحي وفي نسخة الحق "مكان الوحي" متعلق يقفوا لتضمنه معنى يهرب كذا قيل وقيل متعلق بغدا و
 الاظهر انه متعلق بمنهم وطريق الوحي ابواب السماء بمعنى ظهور ولادته الميمونة حين ولادته امه الائمة لانه
 انقض الشهب حتى صار الشياطين المسترقين من زمين هاربيين عن ابواب السماء التي هي طريق وحي الانبياء والمرسلين
 عليهم السلام ويتبع كل منهم عقب منفر اخر متابعين والحاصل ان تتابع الشهاب مع كونه ظاهرا اظهر النبي
 صلى الله عليه وسلم ووقت ولادته وبكى للكفلة بعد ذلك وان كان لهم في الجملة انقضاءها رجوعا لا ريب
 كما قال الله تعالى ولقد رزينا السماء الدنيا بمصابيح وجعلناها رجوما للشياطين ايما قول تمام كناية عنهم وانما لنا السماء
 فوجد لها ملئت حروبا شديدا وشهابا امكننا نعددها مقامه للسمع فمن يستمع الان يجد له شهابا رصدا فلو ادبه
 بعد بعثته عليه السلام كذا حقيقه جلال الدين المحلى رفع الله تعالى حله العلى

كَيْفَ تَهْرَبُوا بِأَبْطَالِ بَرَهَةِ أَوْ عَسْكَرٍ لِكُفٍّ مِنْ رَاحَتَيْهِ رُمِ
 ضَمِيرٌ كَانَهُمْ لِلشَّيْطَانِ وَهَرَبًا تَمِيزُ أحوال جمع هاربيين والابطال جمع بطل بمعنى الشجعان وبرهته

سهم رئيس اصحاب الفيل وعسكر بالرفع عطفا على ابطال والراحة بطن الكف الضمير راجع الى النبي صلى الله عليه
 وضمير قدس راجع الى العسكر والمعنى كان الشياطين حين يقدفون بالشهب من السماء الدنيا وهم هاربون الى
 ليحلم كسبحان ابرهته حين شروا مع اصحاب الفيل لما رمتهم الابل بحجارة من سجيل اوكافهم عسكر يدبر او حين حشد
 انهم ما حين رموهم بالحصى من كفيه الكريهين وفي بناء روى على صيغة المجهول اياء الى قوله تعالى وما رميت اذ رميت
 ولكن الله رمى فالمراد الاول اشارة الى قصة اصحاب الفيل اذ كان مولده عام الفيل ليلة الاثنين اثني عشرة من
 شهر ربيع الاول او سبب القصة ان ملك اليمن بنى كنيسة بضعاء ليضر الحاج اليها فاحد رجل من كنانة فيها واطح
 بالقدرة قبلتها فحلفت ليهدم من الكعبة فجاؤ بجيش كثير وقيل عظيم مع افيال الى مكة فحين تمهينوا للدخول عسى عليهم
 وولوا هاربين ورموا بحجارة من سجيل قبل كل حجر اصغروا الحص وأخبروا العدى بجي على مغفرة العسكر ويخرج من دبره
 الدبرين وهو قوله تعالى الم تركيف فعل ربك باصحاب الفيل والمراد الثاني اشارة الى غزوة بدر رماه البخاري والى غزوة
 حنين رواه مسلم وهو من معجزاته عليه الصلوة والسلام فانه اخذ كنانا من تراب وقال شاهدت الوجوه وحشافي وجوه
 الكفار فلم يبق منهم عين احد الا وقد دخلها منه شيء وقال عصا الدين المشهور انه كان كفا من الحصى والمفهوم
 من البيت خلافة قلت تسمية الراحتين باعتبار الواقعتين في غزوتين وقد سجت تلك الحصى في كفي المصطفى
 حتى سمعوا اصحابا اهل الصفا وهذه بحجة اخرى اشار اليها الناظم حيث قال

نَبَذَ اَيْدِيَهُ بَعْدَ تَسْبِيحِ بَيْطِنِهِمَا
 نَبَذَ الْمَسِيحَ مِنْ احْشَاءِ مَلْتَقِمٍ

"نبتا" مصدر من غير لفظه والتقدير نبذ نبذاه والباء زائدة لتقوية لعل عمل المصدر والضمير في نبذ الى
 المصدر والتذكير لانه اسم جنس ضمير بيطنهما لراحتيه فنية تجريد والباء بمعنى في ونبتا للمسح صفة
 نبذ بتقدير مضى اي نبذ مثل نبذ المسيح او بدل منه وهو مضى الى المفعول اي نبذ الله تعالى المسيح وهو يونس
 عليه السلام والاحشاء جمع الحشى وهو ما في البطن والملتقم الحوت يعنى روى ريبا بالحصى من راحتيه الشريفتين
 ركفيه الكريهيتين بعد تسبيح عظيم حيث سمعه بعض اصحاب الكرام كما روى يونس عليه السلام من بطن الحوت وقد قال
 الله تعالى فالتقمه الحوت وهو مليم فلولا انه كان من السابحين للبش في بطنه الى يوم يعثرون فنبتا له بالعراف
 وهو تمقيم القصة تشبيها نبذ النبي صلى الله عليه وسلم بالحصى المسيح (صفت حمى) على رجوعه العسكر
 فهرب منك كنبذ الله تعالى يونس عليه السلام من بطن الحوت حيا فجمع تخيرا في ان كل مفعلا خارقا للعادة هو

وكان نبذ المسيح كان سببا لنجات هذه اية بعض الكافرين وقال المحلى وكان الناطم وقف على دليل تسبيح الحصى
بروى به ولم يقف عليه من اعترافه بالحق في ذلك او قصد التسبيح الثابت في غير ذلك قال امره اخذ الخوص على الله يدرك
كفان الحصى حتى في يده حتى سمعنا التسبيح ذكره صا الشافعية وعلى هذا فنقول الناطم بعد تسبيح اى بحسن
لحصى في موطن آخر انما لكن لا يظهر حينئذ وجه التعبير بالنبذ والتشبيه بنبذ المسيح

جاءت لدعوته الاشجار ساجدة تمشي اليه على ساق بلا قدم

"السجدة" الانخفاض واما يتم بوضع الرأس على الأرض ولذا يفسر بوضع افضل الاجزاء على اذل الاشياء والمراد
الخضوع والانقياد والمعنى جاءت الاشجار لاجل دعوته واجابت وقت طلبه ومناذاته حال كونها منقاداة
خاشعة على راسها وقفة وتمشي اليه صلى الله عليه وسلم خاضعة على ساق بلا قدم رافعة واضعة وفي البيت انواع من
خوبق العاداة الاولى فيهم الخطا من النبات ان الغالبية من ذوات الحية تم تحيها وتعدا الحية والسكناء تم قصدها
اليه ولما وضع اليه صلى الله عليه وسلم تم مشيا على ساق بلا قدم لما على راسها وانخفاضها وخضوعها وادها قال بعض الذين
الجو انما حصل من شجرة واحدة من اورد في التلويح والاخبار فيجوز الاشجار تحي على التكرار معنى تكرارهم كهمام وجود
وحدها وعقل عما ذكره الشافعية من اهل الرفاء في شامل المصطف عليه التحية والثناء ان اعرابيا سأل النبي صلى الله
عليه وسلم اية فقال ان تلك الشجرة رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعوك قالت عن يمينها وشمالها بين يديها وخلفها قطعت
عروقها ثم جاءت تجر عروقها في الأرض حتى وقفت بين يديه فقالت السلام عليك يا رسول الله قال الاعرابي فلما
فلترجع الى منبتها فاستوت فيه وروى عن جابر رضي الله تعالى عنه في حديثه الطويل اخر الكتاب ذهب رسول الله صلى
الله عليه وسلم يقضى حاجته فظفر فله برشيأ استربة فاذا شجرتين بشاطئ الوادي فانطلق الى احدهما فاخذ بغصن
من اغصانها وقال اتقادي معي اذن الله تعالى فانقادت معي حتى اتى الشجرة الاخرى فاخذ بغصن من اغصانها وقال اتقادي معي اذن
الله تعالى فانقادت حتى اذا كان بالنصب مما بينهما فقال النبأ على اذن الله فانقادت بعد اقتضاء حاجته فترقا فانقادت كل واحدة
منها على صاحبة

كانما سطر سطر لما كتبت فرو عنها من بديع الخط في القلم

"ما" في انما كافة والسطر الكتابة فاللام في لما بمعنى الوقت والفرع الاعصان والبديع الغريب العجيب
بمعنى المفعول و لاضافة من اضافة الصفة الى الموصوف ومن بيان لما "الموصولة والعاذ لمحذوف اى كتبتة والتم
بفتحين وسط الطريق وقيل اللوح وقيل الاول اولى رواية دراية والباء بمعنى في والتم تقليد القلم الذي هو
اداة الكتابة ففيه نوع غرابة وهي من المحسنات البديعية وحاصل المعنى انما شبه آثار اغصان في الأرض المغيرة للخط
للنمذالة على الخط للمعاني للمتدبر

مثل الغمامة اتى سار سائرة تقيه حر وطيس الهجير جهني

"مثل" منصوب على انه صفة مصدر محذوف اى مجيئا مثل الغمامة بفتح الغين المحجمة وروهم على الذين حيث قال
على وزن الغمامة فانها بكسر الجيم كما في القاموس وغيره وبالرفع خبر مبتدأ محذوف اى هي بمعنى الاشجار مثل الغمامة في الانقياد
اليه والقيام بوظائف الخدمة لديه صلى الله عليه وسلم او مجيئ الاشجار مثل تسهيل الغمامة على حذو المسافر و"من" بمعنى من
ابن اى اى موضع الى اى موضع اى بمعنى كيدى ماشيا وراكبا سريعا او بطيئا والسائرة بالرفع خبر المعتبر
اى هي سائرة وتقيه بمعنى تحفظ خبره من بعد المقدار واستيفاء النصيب على انها حال كما بعدها اى تشبه
الغمامة حال كونها سائرة اتى ساروا الوطيس النور والبرق والهوى وحى فعل ماض وسكون آخره عارض
في الوقت وهو صفة الوطيس يقال حى الوطيس اذا اشتد الحر وكذا اذا صعب الامر والهجير نصف النهار والحر والباء
بمعنى في كما في بعض النسخ يعنى جازت الاشجار ساجدة لديه وماشية اليه مثل مجيئ الغمامة سائرة عليه فلفظ
له عن شدة حر النهار وظاهرة عند الاخيار والاغنياء حيث سار النبي صلى الله عليه وسلم الخضراء فالاشجار تشرفت بخدمة
والغمامة تشجعت ولم تقف بظلمته فقد دانت له الاسافل والاعالي بعون الله تعالى الملك المتعالى قال المحلى تظلم
له صلى الله عليه وسلم وقع في سفره الى طالب به في ركب تاجر الى الشام رواه الترمذى قال بعض الذين لوقا مثل الغمامة
لما سار سائرة وقت حر وطيس الهجير حى اكان اولى لان اتى متضمنة لمعنى ان وهي تجعل مدخلها مستقبلا لها
ان المقام يقتضى الماضي وفاية ما يخطر في البال في دفع الاشكال ان يعتبر الاستقبال بالنظر الى ما قبل السير
وهو اول زمان وجود الغمامة

اقسمت بالقمر المنشق ان له من قبله نسبة مبرورة القسمة

قيل القسم بغير الله تعالى جرى العادة والا فليشرح هذه شركا ولهذا بقدر في امثاله المصنأ أي لفظة الرب
ويمكن ان يكون حكاية عن كلام الله تعالى والله ان يقسم بما يشاء من مخلوقاته تعظيما للبعض موجودا انه كقول
تعالى وكان القمر والليل اذا ادبر والصبح اذا اسفر واغرب العصامي حيث قال القسم الذي يلا به تأكيد الحكم
ينسب بمنه عنه ولهذا في المعاد لا يقسم بالقمر ونحوه ومنع ان يكون النسخ عنه منقولا اقول وقد ثبت عنه صلى الله عليه
انه قال من حلف بغير الله تعالى فقد اشرك ورواه الامام الاحمد والترمذي والحاكم بسند صحيح وفي صحيح
عن ابن عمر رضي الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله تعالى اخاكم ان تخلفوا يا ابا نعيم
من كان حالفا فليحلف بالله تعالى وليعصم قال الطبري وذلك لان الحلف تعظيم للمخلوق به والعبادة والملئكة والامامة التعظيم لخلق
بأنه تعالى ويكفر الحلف بغير اسماء الله تعالى سواء في ذلك النبي صلى الله عليه وسلم والكعبة والامامة والمخلوق
والروح والقمر يطلق على النير المنير بالليل بعد ما مضى ثلث قبال وقيل فيقال لها الهلاك والضمير في كذا وفي
قوله له صلى الله عليه وسلم ومروءة لقسم صفة للنسبة أي نسبة مصححة للقسم بحيث لو حلف حالفة
ثبتت تلك التشبيه كان بارا او صادقا وقيل صفة يميناد لغيرها قسمت ونعني ان القسم للمشقة مناسبة صحيحة
ومشاهدة صحيحة بقلبه الا نور وصدوره الاظهر بحيث يصدق الخلف بثبوت تلك النسبة كل من له ملكة
وجوه النسبة الاشتقاق بلا ضرر والالتيام بلا اثر وان وحدة آية من آياته والاخرى معجزة من معجزاته
واما اشتقاق القلب فقد روي مسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم ان جبرئيل عليه السلام اتاه وهو يلعب مع
الغلمان فاحده وصرة لشق صدره عن قلبه فاستخرج القلب واستخرج منه علقة فقال هذا حظ الشيطان
ثم غسله في طست من ذهب وبماء زمزم ثم لامه ثم اذنه في مكانه قال لا تركنت اذني انظر المخطط في
صدره وفي الصحيحين عن ابن درويش رضي الله عنه فرج سقته بيتي وانا بركة فنزل جبرئيل عليه السلام ففرج صدره
ثم غسله بماء زمزم ثم جاء بطست من ذهب فمألى حصى واما نافره فاني صدرى ثم اطبقه ثم اخذ بيده
فخرج بي الى السماء الحديث واما اشتقاق القمر وان يروا في بعض موضوعات قولوا سحر مستمر وفي الصحيحين من
حديث النبي صلى الله عليه وسلم ان اهل مكة سألوا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يريهم آية فارههم اشتقاق القمر
شقين حتى راوا حراء بينهما انتهى وثبت ان القمر انشق من بين يدي الصدرة كمن فصدت النسبة بين القلب والظن والقمر السبب والنسب

وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَمِنْ كَرَمٍ

وَكُلُّ طَرَفٍ مِّنَ الْكَفَّارِ عَنْهُ عَمٌ

أي ذكر ما جمعه غار من جبال مكة ومن بيان لما مراد من الخبير الفضائل ومن الكرم الوضيل
اولا فعل الجيلة والخلق الجيلة والخصال المستهبة وهو على حذف مضافا كاهل
او الاطلاق من باب المبالغة كرجل عدل والمراد به الجبال كلها من النبي صلى الله عليه وسلم والولي رضي الله عنه
او على طريق التلق والشن المرقب والخير للخلق خير البرية والكريم رادبه افضل الامة وقد ثبت عن ابن هريش رضي الله
تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما لاحد عندنا يد الا وقد كافيناها ما خلا ابي بكر فان له عندنا يد
ما يكافيه الله تعالى بما يوم القيمة وما نفعتي مال احد قط ما نفعتي مال ابي بكر وكل طرف أي بصور ونظير من الكفار
الدوا حول انما يستعين الاثر عنه أي عن النبي صلى الله عليه وسلم واخره بالذكر لانه الاصل المتبوع والتقدير
كل واحد منهم غي حيث يروها وهو اما ماض وهو الاظهر فالياء اصلية او صفة فالياء اشباكية قاله في تراجمهم
ينظرون اليك وهم لا يبصرون وقال شعبا

ويؤدي ضوء الشمس عين خفاش به كما يصير ريح الورد

في الصحيحين قال الصدوق رضي الله تعالى عنه نظرت الى قدميه فوق رؤسنا فقلت يا رسول الله صلى الله عليه
عليه وسلم ان احدهم نظرت الى قدميه لا بصرونا فقال ما ظنك يا شين الله ثالثي وفي التنزيل لا تصروه
فقد نصرت الله اذا خرج الذين كفروا ثاني اثنين اذ هما في الغار اذ يقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا

فَالصَّدُوقُ فِي الْغَارِ وَالصَّدِيقُ لِمَكْرَمَا

وَهُم يَقُولُونَ مَا بِالْغَارِ مِنْ كَرَمٍ

الصدق مصدر بمعنى الصادق او الصدوق او ذو الصدق بمعنى الاعم او على طريق المبالغة كرجل عدل
يعني الصاق المصدق الذي انحصر فيه الصدق بل هو عين الصدق قار في الغار فار من الكفار باسم الجبار
والصدق معه في الغار والاسفار والصدقين وهو كثير الصدق لا يفارق الصدق وهو الجزء الذي لا ينفك ثم
قيل لم يريا يفتح الياء ولكسر الراء لم يبرحوا لم يزلوا واصله بيا بعد الراء هي عين الفعل حذف تبعا لحذفها
في اسناده الى المفرد لتقاء الساكنين والاصل في استعمال مثله اثبات الياء على تحريك الميم اعتدادا بالعار
ويراد في التنزيل فاستقيم هذا الوجه وهو ان يكون الحذف لعدم اعتداد العارض اوجه من
الحل على ضرورة الشعر لانه محل نظر فانه يسيل من قبيل حذف القياس الحذف من ضرورة الشعر وايضا
بوجوب التماس المشوش في المرادة المعنى على الناس ونظيره ما قيل انه مجهول من الروم بمعنى الطلب

ومن العائد انهم مطلوبان وليس بمطلوبين بل انهم محبوبان ولكن كانوا اعين الاعداء محبسين وقيل انه
 مستحق من نوره يعنى ما انتفخ من الغضب للادب مع حكم الرب وقيل ما انتفخ من انهم النش السميان فان الغار
 كان ماوى للحيات فيكون من خوارق العاد او قيل انه مفرد مؤكد بنون الخفيفة قبلت الفالووقف والتعير
 للصدوق رضى الله تعالى عنه ويكون خبرا عنه حيث لسعد الحية رحله المباركة وارتفع عنه ببركة دعائه المخرج
 صلى الله عليه وسلم وفي بعض النسخ بصيغة المجهول من الروية وهو ظاهر المعنى وكان قال بعض الشارح
 انه من تصحيف الكتاب والله سبحانه تعالى اعلم بالصواب وهم يقولون "اي الحال ان الكفار الواقفين على باب
 الغار عى عن الابصار يعرفون الملك الفهار ما بالغار اى ليس فيه من ارم" بالفتح وكسر واى احد ومن "مزيدة
 للبالغة ناظرين الى اجوم الحمام وببضة حول الغار وسبح العنكبوت على في الدار كما اشار اليه بقوله

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوتَ عَلَى
 خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسَخْ وَلَمْ تَحْمَ

البرية بتشديد الياء وبالهمزة اى الخلائق ومنه يحبرهم هو النبي صلى الله عليه وسلم سيد الانبياء وسند الانبياء
 الانبياء قولهم "لم تنسخ" بكسر السين وضمها ولم تحم تحم بضم الحاء من الحوم وهو من ذر حول الشئ والتايف في الغلبن
 باعتبار الجنتين وقيل في العنكبوت لما استمرت من ان النسخ شغل الاتى كما ان البصر يختص بالهمة والمعنى
 ان الكفار بعد توبة نهر بالنبي المختار حينما ان العنكبوت تنسج على بالدار والحمام تحم حول الغار وتنفذ الويل الى الذين جمعوا غشيع الاثار وقولوا
 لو كان احد في الغار لما كان هذه الاثار حتى قال امية بن خلف حين قال بعضهم تدخل الغار اما ترون من
 نسج العنكبوت عليه ما ارى الا انه قبل ان يولد محمد صلى الله عليه هذه من اوضح الاية كما كان قدرة الله تعالى
 حيث وقاه الله تعالى من اعظم الاعداء باوهن البنا ومن اظهر العلاء على علو قدر نبى العلى وصفته الجلى حيث
 استحوذ له الطير والحشرات كما اظهر له تسبيح الملائكة وسبح النبات ولقد احسن الله في تبيين انواع المعجزات واصفا في
 العاد قبل صم المزم الا ان من نسل تلك الحمامة ونحى صلى الله عليه وسلم عن قتل العنكبوت بملك الغرامت

وَقَايَةَ اللَّهِ اغْتَبَتْ عَنْ مَضَاعِفَةٍ
 مِنَ الدَّرُوعِ وَعَنْ عَالٍ مِنَ الْأَطْمَاءِ

بفتحين جمع افعلة وعى الحصن اى حفظ الله تعالى الملك الجبار لنبىه المختار صلى الله عليه وسلم جعله
 مستغنيا عن الدروع والاسلحة المتعددة وعن الحصون العالية المرتفعة فان غنايته كافية وقايتة بديع
 مصروعة كما جعل الغار بمنزلة الحصن الحصين وصير نسج العنكبوت قوت الدرع المتين روى عن عائشة
 رضى الله عنها قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يحرس حتى نزلت هذه الاية والله يبعثك من الناس فاخرج راسه
 من القبة وقال ايها الناس انصرفوا فقد عصمتى ربى والمعنى ان العصمة اولا كتابا واسطة الحجج ولما ارتفع الحجج حفظ
 رب الدنيا وفي البيت ايماء الى قوله تعالى وما الله الا من عند الله العزيز الحكيم واشارة الى قوله عز وجل الاتصروه
 فقد نصر الله الاية

مَا يَأْمَنُ الْدَّهْرُ ضِيَاءُ وَاسْتَجَرْتُ بِهِ
 الْآوْنَتُ جَوَارًا مِّنْهُ لَمْ يُضِمَّنِي

"السورة" اذ افة الشدة والحجة ومنه قوله تعالى "يسمونه كرسى العذاب" وفي نسخة ما ضامنى من الضم وهو الظم
 ونسبة الى الدهر الذى هو الملك مطلق الزمان مجازية عرفية والاحسن انية رخص اى خالق الدهر ومقلبه
 ومنصرفه وخبر "مفعول ثان على نسخة السين ومفعول مطلق على نسخة النادر وفي نسخة "لوما" مقام ضياء متصور
 على الظرفية واستجرت "عطف على اسمى" والا استجاره طلب الجوار وهو المدة والخلاص وقيل الالتجاء والالتياذ وطلب
 المأوى وقيل حال بتقدير قد وهو الاظفر والاستسقاء مفزع والنفير فى به راجع اليه صلى الله عليه وسلم و"نلت"
 بكسر الزين من نال ينال اذا وصل الى مراد وحصل منه ومقصوده والجوار بكسر الجيم المجاورة المحاذطة والصير
 فى منه كضم المدلول عليه بضام "ان اريد بالجوار الخلاص ونحو البرية ان اريد به طلب المأوى ولم يضم مبهين
 للمفعول ثم هذا البيت وما بعده وقع فى بعض النسخ قبل قوله خدمته ممدوح فى آخر القصيدة والمعنى
 اذا اذنى الله تعالى فى الزمان ضوئى من الدنيا الا ان كان فى وقتى الزمان ساعة من الساء والمحال انى قد التجأت اليه
 واحلت الخلاص عليه الا وقد نلت منه خلاصا ووجدته مناصلا لي فليقل ولم يفته ارم يخفف بل محنة

وَلَا تَمَسَّتْ غِنَى الدَّارَيْنِ مَنِ يَدِهِ
 إِلَّا اسْتَلَمَتْ الْيَدَى مِنْ خَيْرِ مُسْتَلَمٍ

نقطة المطر قال تعالى وجعلنا من الماء كل شيء حي أي سنة القحط التي هي شهاب الغلبة بياض الارض فيها بعدد
ساعات على سوادها النبات فهي بالنسبة الى البياض ميتة احبها وفيه اشارة الى ان الزرع قد يتل اكر لا يعود
بكلية الى ان شأمت تلك السنة بياض الارض في جيبها وضياعها في اول حياهما مستورة من فرة الشمس
في الارمنة السود لشدة خضرة الزرع فيها يعني تلك السنة اخضبت منها حتى كأنها عذرة فيها وضرة كل شيء
احسنه واميته وقيل المراد بأعصر الدهر ازمدة القحط والغلاء

بِعَارِضٍ جَادٍ أَوْخَلَتْ الْبِطَاحَ بِهَا
سَيِّئًا مِّنَ الْيَمِّ أَوْ سَيِّئًا مِّنَ الْعِجَمِ

"العارض" السحاب "والبا" متعلق بـ "حيث" أو دعوتة "ارحمت" "جاء" من الجود بالضم "أو" بمعنى "أو" "الان"
"وخلت" بكسر الخاء من الخيال وهو الظن والحسب "البيطاح" جمع ابطح وهو الود المتسع المشتمل
على البطح وهو الحصاة وضمير "لها" راجع الى السنة الشب "وسيا" أي عطاء أو ماء جاريا وهو منصوب
على انه مفعول ثار لخلت وروى بالرفع على انه مبتدأ ونجاء خبره والمجئ في محل نصب مفعول ثان له
ومعنى احييت دعوتة الارض للميتة بسبب تعرض سحاب اكثر امطارا وجاء بالمطر الى ان خلعت ايها الخطا
وحسبت الودية المتسعة في تلك السنة عطاء وافياء ماء جاريا من البحر لكثرة سيلان ساريا من الود
المتكسر سده لقوته وفيه تنبيه على

ان لدعوتة صلى الله عليه وسلم تأثير في ملكوت سماءه وارضه

روى الشيخان عن انس رضي الله تعالى عنه ان رجلا دخل المسجد يوم الجمعة ورسول الله صلى الله عليه وسلم قائم يخطب
فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم هلكت الاموال وانقطعت السيل فادع الله تعالى يغيثنا فرفع رسول الله صلى
الله عليه وسلم يديه فقال اللهم اغثنا ثلاثا ولا يري في السماء من سحاب ولا قرعة قطعت سحابة ثم امطرت
والله ما رأينا الشمس سبتا ثم دخل من الجمعة المقبلة ورسول الله صلى الله عليه وسلم قائم يخطب فقتاله
يا رسول الله صلى الله عليه وسلم هلكت الاموال وانقطعت السيل فادع الله ان يمسكها عنا فرفع يديه ثم
قال صلى الله عليه وسلم اللهم حوالينا ولا علينا فاقلعت وخرجنا يمشى وسئل انس رضي الله تعالى عنه
هو الرجل قال فقال لا ادري وقول عليه السلام سبتا "بمجموعة بين السنين والثناء أي قطعة من الزمان وفي
رواية "بخار" قال لنا غطر الى الجمعة المقبلة والقرعة "بفتح الدال والزاء قطعة سحاب وكذا ذكره المحلى

والانسب بالرواية الاخيرة للبخاري ان يسفر السبت بالاسبوع من السبت الى السبت كما ذكره صاحب
النهاية ثم قال وقيل اراد مدة من الزمان قليلة كانت او كثيرة

دَعْنِي وَوَصْنِي آيَاتِنَا لَمْ تَهْزَنْ
ظُهُورَنَا الْقُرَى لَيْلًا عِلْمًا

"القرى" بكسر القاف الضيافة والعلم بفتح العين الجبل ويقوم البيت بفتح الماء الاضافة في "وصني"
والواو بمعنى مع في "وصني" لان عطفه على الضمير المنصوب محال بالمقصود والبعث اترك في الجملة
لي بالاختصار في الكلام لانه يتجوز في الملل والسام في ان ذكر الحبيب لا يشع منه للبيب فخلني مع وصني
لرسول الله صلى الله عليه وسلم بآيات بينات وعلامات واخلاق معجزة لا تخفى عليها ظهروا بيني في الاذان في ظلمة الجهل
بحر امن الاخلاق مثل شعاع نار الضيافة على رؤس الجبل للعدمة في الليل الذي هو دهي للدليل لحسن المحتاجين
ووصول المشتاقين من المسافين والمجاورين والحاصل ان آيات القرآنية وبداية النبوة ظهروا في شدة الاحتياج
اليهم دست علوا لا يمكن الارتفاع عليها

قَالَ ذَرِكْ أَدْ جَسَنًا وَهُوَ مَنِيَّظٌ
وَلَيْسَ يَنْقُصُ قَدْرًا غَيْرَ مَنِيَّظٍ

"جسا" وقدر "تميزان" وينقص "روى معلوما مجهولا" وغير منتظم "حل" والفا "للتعليل يعني ان
اوصافه واسم "كساد" في غاية من الاشتمال وكما ورد في الاخبار والاشروا غلظت بعضها في سلك النظم
ان هذا اضبط وحفظ واقر او الفهم كما ان الدر وهو اللؤلؤ المعلوم يزيد حسنه في حالة المنظوم ولا
ينقص قدره حال كونه منشور عند ارباب العلوم

فَأَبْطَأُونَ أَمَانَ الْمَدِيْنَةِ إِلَى
مَا فِيهِ مِنْ كَرَمِ الْخِلَاقِ وَالشِّيمِ

"نظاير" أي مذهب مريد الاطلاع عليه والامال جمع امل وهو الرجاء وهو مضى الى المديح
وهو اسم لما يمدح به وقيل بمعنى الممدوح واللام للعهد او الاستغراق وهو اولها وفي نسخة "أما" بيا المتكلم
ونصب المديح ينوع للغافض والاخلاق الكريمة الخصال الكسبية او الطبيعية والشيم المرضية في الاحوال
الروحية قيل "ما" الاولى استنهامية بمعنى النفي ولا بد من تقدير اى فان تطاول الى المديح الى صفاته
المسنة لا احد الى بيان جميعها وان طال عمرى الف سنة وقيل "ما" نافية والغا للتعليل وقيل "ما" موصولة
والغا للعطف على وصفي وحاصل المعنى اى اشغلت من الاشتغال عن وصف حاله اى وصف اياته ومعجزاته
لان الامال لا تطاول الى اوصافه البهية واخلاقه السنية فاردت ان اشرف بوصف الايات البينات
واترشح من بحر لطائفها شحاً فانصت ما لا يدرك كله ولا يكتل به بعض الخيرين من ترك الكل

آيَاتِ حَقٍّ مِنَ الرَّحْمَنِ مُحَدَّثَةٍ قَدِيمَةٍ صِفَةِ الْمُوصُوفِ بِالْقَدَمِ

"آيات" مرفوعة على خبر "لا" من الرحمان محذوفة والمحرر محدثة وقديمة او على انه خبر مبتدأ محذوف
اى هي آيات الموصوفة والباقي اخبار متداخلة اوصفاً متلاصقة واما مضمونها عطف بيان "للآيات"
في قوله "لا" على ووصف آيات "او على المديح وكذلك محدثة قديمة وصفة الموصوف في نسخة "تحكيمة" بدل "محدثه"
ثم لفظ الحق "صفة مشبهة اى آيات ثابتة وصادقة وصفة الموصوف خوسبتة محذوف وهو اى هذه الآيات المعنى ان آيات
القرآنية والصفة القرآنية آيات ثابتة ومعجزات صادقة ونازلة من الرحمن بحقضى الرحمة على افراد الانسان قال تعالى
الرحمن علم الغرآن خلق الانسان عليه البيان هي محدثة اى نزلها قديمة وجودها وحصولها او محدثة لفظاً قديمة معنى وهي
صفة الموصوف بالقدرة فلا يجري عليها صفة العدم وفيه رد على المعتزلة حيث قالوا لا يجد كلام الله تعالى القديم وعلى المخالفة
حيث قالوا بقدمه الفاظه بل تفوهوا بقدم كتابته ومداده واوراقه وهو في غاية من السخافة والظاهر بطلان دعوى الحق
البداية لمن لم يكن من اهل البلاهة فاهل التحقيق في المسئلة على مذهبي احدهما ان القرآن هو الكلام النفسى والظاهر
على المركب من الاصوات والحروف مجاز وهو مذهب قدماء المشايخ ولهذا عرفوه بان صفة تجلت في مظهر الحروف والاصوات
فيا اعتبار المظهر حاداً باعتبار صفة المظهر قديم وثانيهما انه يطلق عليها بالاشارة الى انشائها وهو بمعنى الاول قديم وبالمعنى
الثاني حادث وهذا هو المشهور وهو المذهب المنصور وقام التفسير ليفضى الى

التطويل

لَمْ تَقْتَرِنْ بَزَمَانٍ وَهِيَ تَجَرُّنَا عَنِ الْمَعَادِ وَعَنِ عَادٍ وَعَنِ إِمٍّ

يعنى لم تقترن الآيات القديمة والبيات الكريمة بزمان من الأزمنة ولحان الاحوال يعنى من الماضى والحال والمستقبل
لان لا يلزم من الاقتران اما حدث الآيات او قدم الزمان وهو خلاف ذوق اهل العرفان والحال انما تجرنا عن الامور المعاد
وهو غود الخلق بعد موته يوم التلاق والتنادى وعن الامور المبادئ وهو المبدأ بقوله عن عاد ونحو قصه عاد بن الاوى
وهي قوم هود عليه السلام وعن الثانية وهي عاد ارم رامثا لم من نوح وهود والمقصود ان لماضوية والاستقبالية
للفهمية من المعاني القرآنية انما هي بالاضافة اليها والا فالكلام النفسى مبرأ من الحدوث كما هو مقرر لدينا و
ايضاً ان الآيات كما لها بالفاظها معجزة كذلك باعتبار معانيها من حيث الاخبار عن الامور الكائنة في الاضمنة

دَامَتْ لَدَيْنَا فِافَا قَتْ كُلِّ مَعْجَزَةٍ مِّنَ النَّبِيِّينَ اِذَا جَاءَتْ وَلَمْ تَدْمُرْ

ضمير جاءت "راجع الى" كل معجزة "وهو اكتسب التائيد من المضاف اليه يعنى دامت واستمرت الآيات القرآنية
والمعجزات القرآنية فصارت فائقة بسبب وصف القدم واخبار معاد وعاد وارم وغدم عروض النسخ والتبديل
الذى في حكم العدم على معجزة حاصلة من النبيين ولو من نبينا صلى الله عليه وسلم اذ جاءت وحديث المعجزة فلا
يكون قديمة بصفة موصوفة ولم تدمر فان معجزة كل نبى ينقض بوقته وقال تعالى انا نحن نزلنا الذكر وانالاه
لحفظون اى من التغيير والتبديل والنسخ والتحويل الحاصل ان الآيات قديمة ثابتة ومعجزة دائمة بخلاف غيرها
من المعجزات

مُحْكَمَاتٌ فَمَا يَبْقَيْنَ مِنْ شَيْءٍ لِّذِي شِقَاقٍ وَلَا يَبْغَيْنَ مِنْ حَكَمٍ

"يبقين" بضم الياء ويبغين بفتحها وشبهه جمع شبهة وهي باطلة يشبه الحق ان يريد مشقة الآخرة والحكم

بفتحتين وهو المحرم وتدل بكسر وفتح جمع حكمة ومحكمات بالشدة يد مبالغة محكمات ويؤيده رواية ومحكمات بالواو مع التخفيف ومنه قوله تعالى كتاب احسن آياته او التقدير من الايات فيكون اشارة الى قوله تعالى هو الذي انزل عليك الكتاب منه آيات محكمات هن ام الكتاب واخر متشابهات وهذه المعنى اوفق وبالبيان الصق والمعنى ان الايات جعله الله تعالى محكمة لا تتسخ ولا تبدل او جعلها مشتملة على حكم ومثل او جعلها ذات حكم فيحكم على كل عمل او جاء حكمة على غيره من الكتب البعالية والسنن النبوية والاقسية العقلية والاتفاقات الاجتماعية او تدل على الحق والباطل او تحكم بالحرمة والحل فإيقتين ولا يخيلن تلك الايات شبهة من المشبه الذي خلاص الحق من الخلفايات ولا يغيث في نسخة ما يغيث ولا يطلب حاكما يحكم بغيرها عليها لظهور براهينها او حكامها زائدة يحتاج اليها لوضوح قوانينها

مَا جُورِبَتْ قِطُّ الْإِعَادِ مِنْ جَرِي أَعْدَى الْإِعَادِي إِلَى مَا لَمْ يَلْقَ السَّلَامَ

"جوربت" مجهول من المحاربة بمعنى المعارضة "والجرب" بفتحين "السدة" وقيل انه لغة في الحرب والسلام بفتحين الاستسلام والانقياد الصلح الاعادي جمع الاعداء جمع العدو واعدي افعال تفضيل من العداوة يعنى ما علوى الايات احد قط الا وقد رجح عن معارضتها لاجل كمال بلاغتها ونصاحتها كبر للعارضين واقرى المعاندين حال كونه ملقيا الى المعارضة وملغيا حالة المعاندة ومسلما لها ظهور المجزة وخرق العادة ثم اعتراء الرديئة للمعارضين ومجرب معارضة للمعاندين هل هو مجرب وجهه عن مقدور البشر لا شتما له على جزالة الالفاظ وحسن المعاني من كمال فصاحته وكونه اعلى طبقات البلاغة فيكون كاحياء المواني وقلب الحصى وتسبيح الحصى او بصرف همهم وان المعارضة كانت في مقدورهم ففيه اختلاف ائمة اهل السنة والجماعة على الاول وعليه المعول والثاني مذهب الشيخ ابن الحسن الاشعري وجماعة من اصحابه وقد رواه الشاطبي في الرامة وعلى القولين تركت العرب المعارضة بما هو مقدورهم او ما هو من جنس مقدورهم لعجزهم عن الاتيان بمثله والا لما رضوا في البلاغ والجلال والسياد والا فذلالت والتفريق والتوبيخ وسلب النفوس والاموال وقد اخبر الله تعالى من تلك الاحوال بقوله وان كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا فانزله سورة من مثله وادعوا شهداءكم من دون الله ان كنتم صدقين فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرين

رَدَّتْ بِلَاغَتُهَا دَعْوَى مُعَارَضَتِهَا رَدَّ الْغَيُورُ نَيْدَ الْجَانِي عَنِ الْحَرَمِ

"البلاغة" مطابقة الكلام لمقتضى الحال وهو امر يوجب ان يتكلم المتكلم بكيفية مخصوصة "والنيد" الشئ قابله وسأواه اياه "والحرمة" جمع الحرمة كعرف جمع غرفة وهي ما يكون في حريم الرجل وفي المصراع الاول ايماء الى قول الجمهور في الثاني اشعار بالقول غير فضية دلالة على انه لا مانع من القول بان هناك وجوه الاعجاز كما مقر في محله يعنى ردت ورفضت بلاغة الايات القرآنية وفصاحة الكلمات القرآنية دعوى معارضتها فضلا عن ظهور معارضتها ووقوع مقابلتها مثل مرد الموصوف بكمال الغيرة المنعوت بشدة الحمية يد الجاني وتصرف المخائف الباغي عن دخول حريم حرمة عن الوصول الى حصول حرمة

لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِي مَدَدٍ وَفَوْقِ جَوْهَرٍ فِي الْحُسْنِ وَالْقِيمِ

"نوق" معطوف على "كموج" صفة لمعان المرفوع بالابتدائية وقصه لا زعم على الظرفية وان كانت مجازية ونحوه في كلام الملوكيم وفوق كل ذي علم عليم يعنى للايات البيّنات الموصولة بالعجز جمع قطع النظر عن فصاحتها وبلاغتها معان ثابتة كثيرة كموج البحر في الزيادة وعدم النقصا كما قال الله تعالى لو كان البحر مدادا لكلمات ربي لنفد البحر قبل ان تنفد كلمات ربي يعنى معانيها وبهذا يزول الاشكال القوي الواضح من جهة القليلة في الايات كما حذرناه في حاشية الجلالين اوفى النصرة والامداد فان القرآن يفسر بعضها بعضا كما ان المروج يؤيد بعضها بعضا ولها معان واحكام حسنة وحكم مستحقة فرق جواهر البحرين نحو الزلزال والرجحان في الحسن والقيمة عند ارباب البصيرة واصحاب الخبرة قد علم كل اناس مشربهم

فَاتَّبَعَهُ وَلَا يَحْصِي عِجَابُهَا لَا سِوَا عَلَى الْإِكْثَارِ بِالسَّامِ

"انفاء" للنتيجة وفي نسخة "مجاوبة" فالضير للقرآن ولا تسام من السوم اي لا يقابل عجايبه وعلى "معنى مع يرى ولا يقاس ولا يكثر" الاتيان بالكثرة "والسام" بفتح السين اسامة والملافة يعنى معاني الايات لا تدخل تحت العدد ولا تضبط معانيها العجيبة في حوالها وهي العبر والحكم والآداب والشيم والمراعاة والبرهين والعلم والمعارف والترغيب والترهيب والوعد والوعيد والاحكام والامثال الى غير ذلك ولا تعرض الملافة بكثرة الملافة هو المسك فاعلم انه يتضح وفي الحديث ان لا يخلق من كثرة الرد ولا تغنى عجايبه ولا تقضى غرائبه ولا يشبع منه العلماء وفي هذه البيت اشارة الى تفوق حسن معانيها على جواهر البحر حيث يمل راغبها وجود كثرتها وكثرة قيمتها

قَرَّبَتْ بِهَا عَيْنُ قَارِيهَا فَقِيلَتْ لِي
لَقَدْ ظَفَرْتُ بِحَبْلِ اللَّهِ فَأَغْتَصِمُ

سكن همة "قاريها" للنظر ابدلت بيا والقرعة في الاصل البرودة وهي اغنى الاشياء عند العيب ولذا ايتى بقرعة العين وبرد العيش يعنى فرح بها قاريها وزاد لى غيبته برية ما حيت يتلذذ بها وتهافلت له على جهة الرخصة او على طريق الغبطة والله لقد ظفرت بما يوصلك الى مرضاته ويرقيك الى درجات جانه تعالى فاستمسك بالحبل فيها ومباينها وتحقيق معالمها ومعانيها والعمل باوامرها ونواهيها

أَنْ تَلْهَى خِيفَةً مِّنْ حَرِّ نَارٍ لَّظِي
أَطْفَاتِ حَرِّ لَّظِي مِّنْ وَرْدِهَا الشَّمِّ

"الظي" من اعلى جهنم او طبقة من طبقاتها وهي غير مفروقة وما قيل من ان التتوين للضرورة ففقطلة من معرفة الميزان اذ التتوين والالف متساويان في الوزن والظي "الشامية" وضعت موضع الضمير لئلا يلتبس اذا حصل التشكيك ونسخة "حر لظي" بدل "نار لظي" والثاني النسب بالاطفاء الذي يطلق على ورد القرآن وعلى ورد الماء فانها فاسته الى الايات برية العدل وصفه "بالشيم" بفتح الشيمه وعسر الوحدة اي البار يقوى الثاني فان حمل على الاول فمعنى الشيم هو الدافع للحرارة وان حمل على الثاني فتشبيه الايات به لانها سبب حياة الارواح كما انه موجب حياة الاشباح يعنى ان يقرء الايات القرآنية ويتبع الاحكام الفرقانية خرفا من حرارة النار متمتلا عن درجة

الاحرار والابرار اطفات حرها ودفعت ضرها من اجل ملازمة ورد القرآن الدافع لحرارة النيران وفيه اقتباس من حديث الوليد انه اذا وقف المؤمن على الصراط يقول النار جزيا ممن فقد الصفات نورك لى

كَأَنَّهَا الْيَحُوضُ تَبَيَّضَ الْوُجُوهُ بِهِ
مَنْ الْعَصَاةِ وَقَدْ جَاءَهُ بِالْحِمِّ

عبر عن الماء باليخوض كأنه محله فيكون مجاز يذكى المحل والمرادة الحال او على حذف المضاف اى ماء اليخوض وهو حوض الكوث والمراد بالوجه الذوات اذ بيها بالعصاة وشبهها بالحصى بضم المهملة وفتح الميم جمع حمة كهمة وهي الصم يعنى تلاوت الايات القرآنية والعمل بالاحكام الصمدانية في النبوية مرجية لبياض قلوب المؤمنين ولزوم صدور المؤمنين بمنزلة حوض النبي صلى الله عليه وسلم في الدار الآخرة حيث تبيض وجوه العصاة باليخوض والحال انهم جاءوه سواد كالغمر في حديث الصحيحين فيخرجون منها فيلقون في نهر الجبر وفي رواية فيصب عليهم ماء الحياة اى فيذهب السواد عنهم ويظهر البياض وكذلك الايات بقراءتها والعلم بسما تبيض الوجوه كما قال تعالى يوم تبيض وجوه وتسود وجوه

وَكَاَلِصَّرَاطِ وَكَالْمِيزَانِ مَعْدِلَةٌ
فَالْقِسْطُ مِّنْ غَيْرِهَا فِي النَّاسِ لَمْ يَقُمْ

يعنى الايات كالصراط في انها ميزان بين الحق والباطل وكالميزان من جهة العدالة حيث انها تبين حق كل احد كما ينبغي وترفع الخصومة بالوجه الشرعية المقرون بالدليل العقلى فاذا كان كذلك فطلب العدل من غير الايات بين الناس لم يستقم ولم يثبت لان جميع احكام الشرعية راجعة اليها والسنة والاجماع والسياس كلها مبنية عليها

لَا تَعْبَثَنَّ لِخَسُودٍ رَّاحٍ يُنَبِّكُهَا
تَجَاهُلًا وَهُوَ عَيْنُ الْحَاذِقِ الْفَهْمُ

"للعبد" بفتح اللام مبالغة المحامد وهو الذي لا تعجب ولا يستغرب البتة من يبالغ في المحمد على النبي صلى الله عليه وسلم كاليهود والنصارى وبعض المشركين حيث ذهب ينكر الآيات البينات ويحجج المجازات الواضحات بتجاهل إظهار الجمل مع العلم بحقيقة تها المعرفة بحقيقة تها والحال اذ هذا المنكر المتجاهل عين الماهرين وخير الفاهين بما اشتملت الآيات من انواع الدلالات على صدق الحكيم سبحانه تعالى فانكاره لاهته عناد له دعاء اليه المحمد على لغة النبوة ومنحة الرسالة كما قال عز وجل اوحى بسندون الناس على ما انتم الله من فضله فلا عجب في انكارها للمحمد فان الموجود قد ينكر لاهه كما في قوله

قَدْ نَبَّكَ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَمْدٍ

وَيَنْبُكَ الْفَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ سَقَمٍ

"السقم" بفتح السين المرض يعني قد تنف العيون وجود نور الشمس من اجل علة به وان شذدت وحقت ضياءها وكذلك الآيات ظهورها اظهر من الشمس ولكن الاعى لا يصرها والخفاش لا تدركها الرديستحسنها فلا يلزم من نقصان الرق نقصان المرئى قال تعالى قاتلها لا تهمى الابصار ولكن تعي القلوب التي في الصدور وقد ينكر النعم طعم الماء الذي المتعارف المعهود بانها حيات كل شئ من اجل علة سقم يمنعها عن ادراك لذته وكذلك الذين في قلوبهم مرض من لا يتفهم شفاء القرابة ولا يستلذون بطعم القرآن قال الله تعالى ونزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظالمين الا خسارا فهو كالليل ماء للمحبين ودماء للمحجوبين يضل به كثير ويهدى به كثيرا

يَا خَيْرَ مَنْ يَمَّمُ الْعَافُونَ سَاحَتَهُ

سَعْيًا وَفَوْقَ مِثْوَنٍ الْإِيْثِقُ الرَّسْمُ

"يَمَّم" قصد "العافون" جمع العافي وهو السائل والمساحة "العرصة" وسعي "حال بمعنى ساعين" وفوق "مطاف" على معنى كثرين فوقها والمثمن "جمع المثمن وهو الظاهر" والايق "بتقديم الياء على النون مقنوب" الاييق "اصلة فوق" فقدمت الواو ثم قلبت ياء لمزيدا لخفة جمع الناقة "والرسم" بضم السين وهي الابل التي توش الأرض من شدتها وفي خريفه "كثرة على شئ لم يمتد من يقعد اليه ارباب الحاجات بدل على كونهم قاضيا الحاجاتهم ومعطيا المقاصد لهم"

الوطى والمعنى

ياسيد من قصد السائلون ساحة كرمه وتوجه الطالبون الى فضاء علمه وحكمه مسرعين على اقد امهم ومستجملين على اقد امهم وراكبين فوق ظفر الناقات القوية كهية حجاج الكعبة العلية ياترك رجالا وعلماء كل ضامرياتين من كل فج عميق ليشهدوا منافع لهم دنوية واخرية بمشاهدة بيت الله الحقيق وفيه اشارة الى تعميم توجه انواع السائرين الى حضرة وقصد اصناف الساكنين الى خدمته صلى الله عليه وسلم من القريب والبعيد في مسافة الطريق والقوى والضعيف والضييق والفقير والغنى على التجاوز والتحقيق

وَمِنْ هُوَ الْآيَةُ الْكُبْرَى الْمَعْبُورُ

وَمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمَى الْمَغْنَمُ

معطوف على المنادى والآية "العظمة" تصديق على الدليل يعتبر بها ويقبس منها من يريد ان يميز بين الحق والباطل والنعم "بمعنى المنعم به وفي المصراع الاول ايماء الى قوله تعالى وانك لتهدى الى صراط مستقيم ويوضح البيت الاق كفاك بالعلم في الاممي مجزة وفي المصراع الثاني ايماء الى قوله تعالى وصارسلناك الا رحمة للعالمين وبه قسر صلى الله عليه وسلم قوله تعالى فكفرت "انعم الله" بصيغة الجمع لافادة المبالغة ومحمل معناه ان من تأمل في مناه في خلقه الخلق وخلق الحق وتدبر في جميل اثره وجميل سيده وبراعته علمه وزجاجة حلمه ومجلة كماله وجلته خصا له ميم في صحة نبوته ولم يشك في صدق دعوته فيغتنم وجوده وما ظهر من علمه وجوده وتكرار النداء لظهور الرغبة في الاصغاء وجواب النداء

سِرِّيَّ مَنْ حَبْرٍ لَيْلًا الْحَرَمُ

كَاسِرِي الْبَدْرِ فِي دَاجٍ مِنَ الظُّلُمِ

"سرى" لغة في اسرى بمعنى سارى الليل وليل "نصب على الظرفية وذكره التاكيد وتنكيره للتقليل والمراد من حرمة الاول مكة شرفها الله فكانا من الثاني المسجد الأقصى وليس له حرمة فاما المصرا به مكن محذور وداج "اسم فاعل من الدج وهو شدة الظلمة صفة موصوف محذوف اي ليل داج ومن

بيانية والظلم يضم ونفع جمع ظلمة يعني سريت بأمر الله تعالى سيرا عجيبا وسيرا غريبا كما اشار اليه قوله تعالى سبحن الذي اسرى عبده ليلا من المسجد الحرام المحترم المكي في ساعة قليلة من ليلة جميلة الى المسجد الحرام العظم القدي كما دل عليه قوله عز وجل من المسجد الحرام الى المسجد الأقصى كسر بان البدر وهو القمر في اوان كمال ظهوره وعلو جماله نوره في رقة خفاء عن الاعتيار تحت قباب الاسرار ووجه التشبه سرعة السيرة الى المقام وكمال الاضاءة في شدة الظلام والمراد بالظلمة حينئذ مع وجود البدر المبدا رالي فهم بعض فضلا زماننا انه يقتضي التناقض ويوجب التعارض هو الظلمة بالقوة لولا نور البدر في الطلعة على ان الليل لا يخلو من نفع ظلمة مع حصول نور في الليلة كما اشار اليه سبحانه وتعالى بقوله وجعلنا الليل والنهار آيتين فحولا آية الليل وجعلنا آية النهار مبصرة وقيل ان سيرة ورجوعه كان في ثلاث ساعات اواربع وهذا القدر من المعراج بحسبه وحال يقظته صلى الله عليه وسلم بالاجماع ومنكره كافر بلا نزاع وامام منكره فوجه الذي يذكره بعده فيعد من غير مبتداع

وَيَتَّ تَرَقَّى إِلَى آتٍ تَلَتْ مَنَزَلَهُ

مِنْ قَابِ قَوْسَيْنِ أَمْ يُنْذِرُكَ وَمَنْ تَرَمَّ

"بت" ماض مخاطب من البيوت في نسخة وظلت "بفتح الغاء وكسر" اصله ظلمت بمعنى صر و"ترقى" بفتح القاف اي تصعد "تلت" معروفة من النيل بمعنى الوصول او مجهول من "القول" بمعنى العطاء والاول اظهر وفي رواية اشهر والقاب القدرى بالجر على الاعراب والنصب على الحكاية وهو اقرب الى الصواب ومن بيانية ولم تذكر مجهول من الادراك ولم يترم من الروم وهو قصد يعني كنت في تلك الليلة الثانية ترقى وتصعد في المعراج الجميلة والمصاعد السنية باختراق السموات السبعية الى ان وصلت منزلة ومدرجة بمهية هي قدر قوسين عند تلاقى الطرفين من رب الكونين وهو كناية عن كمال القرب والواد قرب المكان لا المكان لتزهره تعالى من المكان والزمان ويقال من عرش الرحمن ومن مقام الوحي على وجه الامتنان وترك اولادى بمعنى بل اقرب الى الملك الاعلى من ضرورة الشعر وفي الحكاية المتقدمة اشعار بان صلى الله عليه وسلم لم يدرك تلك المنزلة العلية بالمكاسب الاجتهادية من الفضائل العلمية لما قرب صلى الله عليه وسلم من الله عز وجل فاعطيه من تكل على عفتيه وفي الحديث استر على العيان وفي الاخرة اشغله بهم لولا ان العيب يحجب معانية حبه لما حاسبت استل خيرة وسيرى ١٣

والعملية وانما حصلت له بالمراهب الدنية ولم تقصود لم تطلب تلك المرتبة الجليلة لغيره من الانبياء فضلا عن الاولياء واختلف في هذه الترقى هل كان جسمانيا او روحانيا وهل راي ربه الكريم الجليل بعين البصر او بعين البصيرة ومتى كان وكيف كان من تفاصيل قصه المعراج يعرف من كتب السير لاهل الاحتياج والمحتاج

وَقَدَّمَ مَتَّكَ جَمِيعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا

وَالرَّسُلُ تَقْدِيمَ مَخْدُومٍ عَلَى خَدَمٍ

"الرسول" مجرور على الصحيح وهو يسكن السين مخفف المضموم جمع رسول وهو اخص من النبي يعني قد مته جميع الانبياء وسائر الاصفياء بسبب تلك المنزلة العلية والمرتبة الجليلة تقدما مثل تقديم المخدم على الخدام وتسليم المقتدرين في الاحوال بالامام واختلف ان الامامة في المسجد الأقصى او في السموات العلى ومنه من الجمع ايماء الى مقام الجمع في عالم الملك والملكوت بتوفيق المحي الذي لا يموت

وَأَنْتَ تَخْرِقُ السَّبْعَ الطَّبَاقَ بِهِمْ

فِي مَوَكِبٍ كُنْتَ فِيهِ صَاحِبَ الْعَالَمِ

والواو حالية والخرق المرور والعدول الى المضارع استحضارا للحال الماضية والموكب بكسر الكاف جماعة الفرسان والعلم الراية ويقر في الاشباع يعني وانت تقطع السموات السبع التي تطابق بعضها بعضا وبعضها فوق بعض ما خذ من قوله سبع سموات طباقا حال كونه مارا بالانبياء او بارواهم ففي مسلم انه مر في السموات الدنيا بادم وفي الثاني يعيسى ويحيى وفي الثالثة يوسف وفي الرابعة بادرين وفي الخامسة يهرون وفي السادسة هرون وفي السابعة ابراهيم عليهم التحية والسلام والاكرام في جمع عظيم مهية عظيمة وهيئة كريمة اذ كان معه جبرئيل عليه السلام ويعبر عنه بالجمع كقول تعالى فنادته الملكة فانه فسر جبرئيل واقام مقام الجمع من الكرام وقوم من العظمى كنت فيه اي في ذلك الموكب صاحب العلم اي مشا والني والمدار عليه والعلم الرح في راسه راية ليكون على صاحب الملك علامة راية وقد كان جبرئيل عليه السلام يستفتح في كل سماء بتمجيد الممجيد المجد فيقال له ومن معك فيقول محمد

حَتَّى إِذَا لَمْ تَدْعُ شَيْئًا وَالمُسْتَبَقِ مِّنَ الدِّنِّ وَلَا مِزْقًا لِّلسِّنِّ

"حتى" غاية للاختراق وإذا ظرفية مجازية أي أنت دخلت الباب وقطعت للحجاب إلى أن لم تترك غاية للساعة إلى السبق من كمال القرب المطلق إلى اجتناب الحق ولا تركت موضع رقب و صعود وقيام وقعود لطالب رفعة عالم الوجود بل تجاوزت ذلك إلى مقام قاب قوسين أو أدنى فأوحى إليك ربك من الحكمة ما أوحى

خَفَضْتَ كُلَّ مَقَامٍ بِالإِضَافَةِ إِذْ بَوْدَيْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمِفْرَدِ الْعِلْمِ

هذا البيان في اختصاصه بالدنو المشار إليه بقوله أو أدنى وبالمحبة الذاتية الإلهية التي هي أعلى المقامات وأعلى وقوله "خفضت" جواب إذا على شرطيتها وبدل من قوله لم تدع عن تقدير ظرفيتها "الخفض" حط رتبة و جعل شيء تحت شيء ومنه الخفض في الأعراب "والإضافة" الالصاق والنسبة وإذا متعلق بالإضافة والمعنى خفضت كل مقام ومرتبة من مقامات الأنبياء عليهم السلام ومراتب الأصفياء ببركت إضافة فتك إلى الحضرة العلية ونسبتك إلى المحبة البهية والإضافة إلى مقاتك الجلى وبنسبة حالك العلى حين ناداك بالرفع إلى مقام الاعلى للمعتبر عنه بقوله قاب قوسين أو أدنى مثل المفرد العلم في التعظيم والمشار إليه المشهور بالتكريم فيما افرد به من بين أفراد جنسه وتميز عن أقرانه بامداد النسبة ولا يخفى ما في البيت من الصيغ الإيمائية إلى الاصطلاحات الخفية من المنقوص والرفع والإضافة والتدناء والمفرد والعلم والمناسبات الجليلة

كَيْفَانِي تَرَى بَوْصِلِي إِيَّيْ مُسْتَتِرٍ

عَنِ الْعِيُونِ وَسِرِّي مَكْتُمٍ

علت غاية لقول "سري" ويت إلى آخره وصلت ذلك المنتهى أي منزلة قلب قوسين أو أدنى بقوله من الله وقطع عما سواه أي مستتر عن العيون أي عن عيون الخلق "وسري" أي بحصول سر عظيم من أسرار

المحبوب ومن أشار للمطلوب أي مكتم أي خفي عن أسرار الأعيان وأي في الموضوعين مجوز وصفة لما قبلها دالة على معنى الكمال أي بوصول كامل في الاستتار وسر كمال في الاكتتام واللام مقدرة قبلها وما زائدة على الوجهين قال الشيخ جلال الدين المحلى وهذا السر مأخوذ من حديث علي بن أبي ليلى الأسدي عن علي بن أبي طالب

فعلما أخذ علي كتمان وعلم خير في فيه وعلم أمر في أن أبلغه قال علي رضي الله

فكان يسر إلى أبي بكر وعمر وعثمان وإلى ما خفي فيه له ذكره جميع من الشراح ولم أقف له على أصل في كتب الحديث ولا في ما رواه البخاري عن أبي جحيفة قال قلت لعلي كرم الله تعالى وجهه هل عندك شيء من الوحي ما ليس في القرآن قال لا والذي خلق الجنة وبرئ النعمة فيهما يعطيه الله رجلا في القرآن وما في هذه الصحيفة قلت وما في هذه الصحيفة قال العقل وفكاك لا سيران لا يقتل مسلم بكافر وفي البيت / يا أي ربيته لربه ومناجاة ربه واختلف في أنه ربه بعينه أو قبله أو رأى جبرئيل في صورته وكذا في مناجاته وأنه يناجي ربه أو جبرئيل والأصل فيهما قوله تعالى ما كذب الفؤاد ما رأى وقوله تعالى فأوحى إلى عبده ما أوحى على ما يسرين في التفسير وليس المراد من القرب وصل القرب المكاني الوصل الصوري بل ظهور أعظم منزلته وإشراق الفؤاد معرفته ومشاهدة أسرار غيبته وقدرته والتخلق باخلاقه وقصر النظر على مطالعة جماله وشهود كماله

فَحَزَّتْ كُلَّ فِخْرٍ غَيْرَ مَشْتَرِكٍ

وَجَزَّتْ كُلَّ مَقَامٍ غَيْرَ مُزْدَحَمٍ

"حزت" وكلها على وزن قلت والاول بالماء المهملة من حاز جمعة والثاني بالجيم من جاوزه أي تجاوزته والثاني بكسر الفاء ما يفخر به من الفضائل والفواصل والشمائل أو مصدر بمعنى المفاخرة "وغير" أما مجوز وصفة لما بعده وأما منصوب على أنه صفة لكل أو على أنه حل في الموضوعين من الفاعل والمزدد حسنة

سنة قال بعض أهل الحال لو بين كلمة من تلك الأسرار لجميع الأولين والآخرين لما توأما جميعا من ثقل ذلك الوارد الذي ورد من الحق على قلب عبده وتعلم تلك المصطفى صلى الله عليه وسلم بقوة ربانية ملكوتية لا هوية البسمة الله تعالى إليها ولولا ذلك لم يتعلم ذلك منها انتهى خروقي ١٣

والمشترك اسما مفعول بمعنى المصدر قيل المراد من النخار الغير المشترك مثل الوسيلة والفضيلة والدرج
الرفيعة والكثرة والشفاعة العظمى والمقام المحرر والراء الممدود الخ غير ذلك ومن المقام الغير المزدحم
مقام المحبة وختم النبوة والمجروح والرمالة العامة وامثالها والمراد مقام العارفين والواصلين المسماة عندهم
منازل السالكين والسائرين التي لا يمكن التعبير عنها ولا الاشارة اليها فمن احب

ان يذكرها فيجاهد ليس شاهده

فاد الخبر ليس كالعانية والمقابلة كالمباينة وهذه الدرجات تنتم بالقضاء في التوحيد والاستغراق
في بحر التقريد وقنا الله من حجاب الالين الى قباب العيون

فَلَمْ يَقْدِرْ مَا وُلِّيتَ مِّنْ رَّبِّ

وَعَزَّازٍ رَّاكَ مَا وُلِّيتَ مِّنْ نَّعَمٍ

"وُلِّيتَ" اي جعلت واليا "واوليت" اي اعطيت "والادراك" الاحاطة بالشئ ذاتا وصفة والمقدار ما يقدر
به كيفية وكمية والرتب جمع الرتب "والنعم" جمع النعمة قيل المصراع الاول اشارة الى قوله تعالى فاعلم ان
عبده ما اوحى والثاني عبارة عن قوله تعالى لقد راى من آيات ربه الكبرى وفي تفخيمها ايماء الى ان الافهام
تحويرت عن تفصيل تفسير ما اوحى والاحكام ناهت في تبين تعيين آيات الكبرى

بَشَرِي لِّنَّاسٍ مَّعَشَرَ الْاِسْلَامِ اَنَّ لَنَا

مِّنَ الْغَنَاءِ رُكْنًا غَيْرَ مِّنْهُمْ

"بشرى" مصدر ارئيد ما يحصل به المسرة المغيرة للبشرية وهي الحالة البسطية والبهجة الصلة
ونصب "معشر الاسلام" على الاختصاص كما في قوله صلى الله عليه وسلم نحن معشر الانبياء لانهم ثبت وقيل
هو هنا منادى وان "بالعسر للتعليل والمراد من الغنية" اللطاف الخفية الانزلية التي تورث السعادة

له في قوله ما اوليت من نعم اشارة الى اعطائه تعالى لمحمد صلى الله عليه وسلم فيها علم الاولين والآخرين

الجليلة الابدية وكن الشئ جزؤه الذي يستند اليه ومرجه الذي يعتقه عليه والمعنى تباين وجه السعادة
والاقبال ومناشير البشر والبقا والاحلال اشرفت لمعاشر الاسلام من اقوام العرب وجماعات الاعجم حيث
خصوصا بركن ركنين متينين ودين ناسخ راسخ الى يوم الدين له

لَمَّا دَعَا إِلَى اللَّهِ دَاعِيًا لِّطَاعَتِهِ

يَا كَرِيمُ الرُّسُلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاَوَّامِ

دعاه بمعنى مهيى والله فاعله وداعينا مفعول وسكون الياء ضرورة وقد جاء في غير ضرورة في قوله
اعط القوم بارها ولطاعته متعلق لداعينا واللام بمعنى الى وضميره لله وياكرم متعلق بدعا والرسول
يسكون السين لغة في ضمها جمع رسول وقيل داعينا ليدل على القاع ولطاعته متعلق بدعا وكذا قوله ياكرم
الرسول لكونه واسطة بيننا وبين الله وبمعنى قوله كذا كرم الامراء عند الله لان شرف الامة بشرف نبيها
ولان الله عليه وسلم وفي التذييل كنتم خيرامة اخرجت اى انتهم والناسخ اشارة خفية الى المفهوم
من كون الامة موصوفة ببعث الخيرية ان يكون رسولهم مغفوتا ببعث الاكرمية ولكن عسر القضية
الاستدلالية اجلا لا لمرتبة الرسالة العلية المصطفوية المرتضوية فان كوننا خيرامة من يقاها
وجدوى متابعتها وان تكريم الشيع من تكريم المتبع على مقتضى المعقول المشروع وما فرغ من قضية
المعراج وما يتعلق به من حصول الوصول وبلوغ المعنى والمراد شرع في بيان غزواتهم وشجاعة سراية وبجاهد
المجاهدين وكابدة الكبار لدفع اهل الكفر والفناء والريخ والفساد فقال

رَأَيْتُ قُلُوبَ الْعِدَى اَنْبَاءَ بَعْثَتِهِ

كُنْيَا اَجْفَلِكْ عَفْلًا مِّنَ الْغَيْمِ

الدوع بمعنى التخويف والعدى بكسر العين مقصور اسم جمع للعدو والانباء جمع النباء وهو

له من خصائص هذه الامة انهم يدخلون قبورهم بدوابهم ويخرجون منها بلا ذنوب لا اختلعت لهم
باستغفار المؤمنين لهم ١٣ من خروجه

خير الذي فيه شان والبعثة الرسالة ونباة صوت الاسد والاحفال الارعاج عدوا واضرابا والغفل بضم
 الهجعة جمع غافل كثر نازل والمعنى خرفت اخبار نبوت واثار رسالت قلوب اعداء الدين من الكفار والمشركون
 مشرحة الاسد افرغت الاغفار الغافلة حيث تنزع وقمر مجرد صوته بعون سطوة وقيد الغفلة لزيادة تأثر
 الهبة وفيه اشارة الى حديث العصي نصرت بالعرب مسيرة شهر وروى الطبراني نصرت بالعرب شهرين والبراد
 في شرح العمدة لابن الملقن وروى نصرت بالعرب شهرا اما في شهر خلفي ويقابله اليهين والاشال فيكون السراد
 بالاول شهرا من كل جهة

مَا زَالَ يَلْقَاهُمْ فِي كُلِّ مَعْرَكٍ
 حَتَّى جَعَلُوا الْقِتَالَ عَالِيًا وَضَمُّ

"يلقاهم" يقرب بشباع الميم والمعرك على صيغة المنعول بمعنى المعركة وحكاه شاذي والقنا الرمح
 و"وضم" بفتح الحجة خشبا يفتح القصاب المحر فيضوه عليه ليرغب المستقرى معنى ما زال النبي صلى الله عليه وسلم
 جهدا اعداء الاسلام في كل معركة ومحنة ومقام حتى تركهم القتر على رؤس القنا مشاهدين للعمل الموضع
 على خشب المعلق من السماء عبوة للمناظرين وشهزة للمتفرجين وفي تشبيه الاححاب بعصاب وتشبيه الكفار
 بانغم مبالغة في كمال شجاعة احبابه ودلالة على جبن قلوب اعدائه

وَدُّوا الْفِرَارَ فَكَادُوا يَغِيْبُطُونَ بِهِ

اَسْلَاءٌ شَالَتْ مَعَ الْعُقْبَانِ وَالرَّحِمُ

"الغبطة" ارادة نعمة مع عدم ارادة زوالها عن صاحبها واسلاء كاشياء جمع شلوب كسر الشين وهو
 العضو وشلت بمعنى ارتفعت والعقبان بكسر العين جمع العقاب بالضم وهو الزحمة ونعان من الطير يقعان على
 السياكلان مناهي بخلاف لفرحها يعني الكفار تسمى الفرار عن سيد الابرار وسند الاخبار والذي يمتني خدمة
 الاحرار فقارب من كمال تقززهم وضعف خيولهم ان يمتنوا ان يحصل لهم ما حصل
 للاعضاء حيث ارتفعت بها الطيور السى الحرة ليخلصوا من جهاد سيد الانبياء واصحابه
 سادات الاولياء

تَمَضَّى اللَّيَالِي وَلَا يُدْرُونَ عِدَّتَهَا
 مَا لَمْ تَكُنْ مِنَ لَيَالِي الْأَشْهُرِ لِحَرِّ

أي تمر الليالي بايامها وتنقضي الاوقات باغلا يحاول لا يعلم الكفار عددها من شدة هموم اجتماعهم بمجاهدة
 النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وحسن استعدادها ما لم تكن الليالي من ليالي الاشهر الحرم وهي رجب وذو القعدة وذو الحجة
 والمحرم فانهم يذرونها باسلاك النبي صلى الله عليه وسلم القتلى في الشهر الحرام وفي العدول عن الاوقات والايام
 الى الليالي ايماء الى سرعة حال اوقاتهم فان ظلمة الزمان وسواده كناية عن ذلك واشارة الى ان قتالهم في الليالي
 التي كان راحتهم وزمان استراحتهم كانت كذلك فكيف زمان ايامهم انشوشه عليهم بانواع الكدورات واصناف
 الضرورات

كَأَنَّمَا الدِّينُ ضَيْفٌ حَلَّ سَائِحَتِهِمْ
 بِكُلِّ قَرْمٍ إِلَى لَحْمِ الْعِدَائِي قَوْمٍ

"القرم" بفتح القاف وسكون الراء السيد وبكسر الراء شديد الانتحاء الى اللحم أي انا الكفار وقوم
 فيما وقروا امن وهنهم لان دين الاسلام مثل في اعيانهم بتمثال سلت تزل ضيفا في ساحة دراهم مستقرا
 على خط بلادهم وديارهم ومعه من جنودهم كل سيد مطاع حريص لا كل الاعداء وسند شجاع مهيب
 في عيون الاشقياء فلم يعلموا ما هو فقلقوا رتاهوا وفيه ايماء الى ان الدين يجب القيام بخدمته لوصوله والاخلاق
 بحضرته وحصوله والا فله الاتقال الى قلوب ارباب الكمال وفيه اشعار بان الضاحك من الضيف واهل
 الارتمال ملة الكفار والجهال

يَجْرِي بِحَرِّ خَبِيرٍ فَوْقَ سَائِحَةٍ
 تَرْمِي بِمَوْجٍ مِّنَ الْإِبْطَالِ مَلِئُتُمْ

"الجر" الجذب والقود والخبير جيش كثير من خمسة اركان مقدمة في ساقه وقلب ومهنة ومهنة

والجيش يشبه في المدينية والبريان والاعلاص والمعلان وتخرج بعضهم بعض في الميدان والعيان وجوار
 المسكن من يرون في العيان بحسب ويصدرون عنها بامرة و"فوق ساجدة" مفة "بحر" اي طائفة جارية
 من الفرس والابل وكذا ترمى بموج والباء التعدية كما في قوله تعالى ترمى بشرور والضمير في ترمى الى البحر
 والخيس لا الى المساجد كما فيهم والموج ما يحصل من التلاطم والاضطراب ومن بيانية وملتطمة مفة
 "موج" اي ضارب بعضهم بعض من شدة الهياج وقوته والالتطام هنا مضافة الابطال عند المسابقة
 واصطكاك اسلحتهم والابطال جمع بطل وهو الشجاع والمعنى مازال النبي صلى الله عليه وسلم يجر جند انفسا
 مشبها بمجرى موج وبحر من خيول رائقة ونوق خائضة في ميدان المعارك ومضمار المهالك تقبل وتدبر في
 اكرانه ومكانه وتوصل وتحي في زمانه وذلك البحر ترمى موجا متلاطما تلاحق وهو الابطال الذي تصادم وتتسابق
 وتتصاكك اسلحتهم وتتصنصن

مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلَّهِ مَحْتَسِبٍ
 يَسْتَأْذِنُ لِكُفْرِ مُضْطَمٍّ

يقال "ندبة" دعاء بوزن "تدب" اجاب واما ما قال جلال الدين المحلى من انه يفتح الهم بمعنى مدعو فهو في غير
 محله واغترب الشيخ زكريا حيث تبعه ولم يتعقبه فن القومس ندبه الى الامر كنصرة دعاه وحته ووجهه "الندب
 لله" من خرج في سبيله اي حبه الى غفرانه والاحتساب طلب الثواب والاجتهاد في تحصيل النية وتحصيل الاخلا
 والحسبة الاجر قيل لله متعلق بمحتسب الاظهر تعلقه "بمندب" لان الاختصاص مفهوم بنية الاحتساب
 بخلاف الانتداب ويختل التنازع "يسطوا" اي يصولوا واستاصيلة قلعه من اصله واصطلمه اهلكه
 وذلك بدلالة قوله تعالى "الذين لا يؤمنون بالله واليوم الآخر فاصفوا" والاصفوا بالهم العالية والفا التالية كذا في البيت الاول سوقا وصف الجيش بكسر الهمزة
 وغاية السدود وتعليه الحمد اولئك الابطال المهرة في ابطال اهل ضلالتهم كل مجيب لدعوة الحق بالرفقة
 الصالحة وتجهتد في اصلاح النية بالحسبة الشاملة يصول ويحول بقوة ويقدرته تعالى يحول ملتبسا
 بمستأصل للكفر واهله ومضطلم للباطل من اصله ونسله من ايات القتال من سيف ورفق ونصل

حَتَّى غَدَبَتْ قِلَّةَ الْإِسْلَامِ وَهِيَ هُمْ
 حَتَّى غَدَبَتْ قِلَّةَ الْإِسْلَامِ وَهِيَ هُمْ

حتى غابة "يبحر" ربحهم تحلية من سورة الرحمة صفت موصوف محذوف اي ذات رحمة موصولة الرحمة وهي

غير اخذت "الرحمة" القرابة وصلة الرحمة رعاية الاقارب بصلة او زيادة او اعمد او تفقد ونحوها مما
 ياتسون منه ورجع صلوا ارحامكم ولو بالسلام ومن بعد متعلق بغدت والمعنى مازال النبي صلى الله عليه وسلم
 يجر الجيش والرايا ويخفف الخيول والمطايا حتى صارت ملته الاسلام والحال انهما ملتبسة بهم لا ينفار فيهم في
 شدة الفزع ولا كثرة الدفاع وبقيت ذات شكت واعوان بعد كفا عزيمة ذات عجز وهو ان المراد من القرية
 والوصلة لازمة في المعركة والاهانة والاكلام وفيه ايماء الى قوله صلى الله عليه وسلم بدء الاسلام غريبا
 سيعود كما بدأ فطوبى للغر بارواه مسلم وبدا بالهزلة اي جاء وظهر بين قوم لا يقومون به فهو مقطوع الرحم
 قام به الصحابة رضي الله تعالى عنهم فوصلوا رحمة وشكروا نعمه

مَكْفُولَةٌ أَبَدًا وَسَيُخَيَّرُ أَبَدًا
 وَخَيْرٌ بَعْلٌ فَلَمْ تَكُنْ وَلَمْ تَكُنْ

"مكفولة" خبرتان او خبر مبتدأ محذوف فهو معنى ومعناها محفوظة فضمير "منهم" راجع الى الكفار او
 متكلفة فالضمير في النبي صلى الله عليه وسلم المختار ويريد بالاب والبعل سيد المؤمنين وبعد الفلأه والاشدين
 وبعدهم العلماء المجتهدين والامراء المجاهدين يقال يتم الولد بـ عسر الفوقانية يتم بفتحها اذا مات ابوه وهو
 نظير امة الملة يتم كباغت بيع اذا خلت من زوجها ومنه قوله تعالى وانكحروا الايامي منكم وقوله "ابدا"
 ايماء الى انهما مصونة عن النسخ والتبديل والمعنى صارت ملته الاسلام محفوظة بكفالة الله تعالى من جهة النبي
 صلى الله عليه وسلم بان يجعلها دائما في حضانة من مولى مشفق وحاية قيم موف بل هي ابد منصوره باولي العلم اصحاب
 العدل والكرم والحلم مصونة بحماية الملك الخليل فنعمر الكفيل والوكيل

هُمُ الْجِيَانُ فَيَسْلُ عَنْهُمْ مَصَادِمُهُمْ
 مَا ذَا رَأَى مِنْهُمْ فِي كُلِّ مُضْطَمٍّ

"هم الجيان" تشبيه البليغ كما في زبد الاسد ووجه التشبيه الثبات والتمكن والقرار من غير تردد
 والصلابة والعظمة والخصية والمعدلة والمصادمة "المقاربة" والمصطلم مصدر او اسم مكان او زمان و
 ما ذاراي بدل من ضمير عنهم ومفعول في البيت يقل بالاشباع والفا في كل جلب شرط شرط و ف اي

ان لم تصدقني فسل عنهم مصادمهم فان مصادمهم الجبال ينكرو ويهلك او يتأخرون فخيرهم في الحال فسل عنهم ماذا راوا من الرجال كالجبال من الشبات في شدة والصبر في المحنة والشكر في النعمة فكل معرفة وزمان حركته وفي نسخة "مصادمهم" بفتح الميم اي مواضع حربهم وماذا راى "بضيعة الافراد اي كل واحدة من الامكنة وهو انساب بالبيت الا في على طريق العطف التفسيرى او من عطف الخاص على العام

فَسَلِّ جَنَّتَنَا وَسَلِّ بَدْرًا وَسَلِّ أَحَدًا

فُصُولٌ خَفِ لَهَا أَدْنَى مِنْ الْوَحْمِ

"حنين" واد بين مكة والطائف و"بدرا" موضع بين مكة والمدينة و"أحد" جبل بقرب المدينة و"فصول" بدل او خبر محذوف اي اسئل اهل هذه الامكنة من الذى اطلعوا على واقع تلك الامة حيث وجد فيها انواع هلاك للاعداء واصناف بلاء اشد اصابة من الوباء وتفصيل هذه الغزوات في كتب السير مسطوره وفي بعض التفاسير مذكرة ان كرا الاحد غير مناسب لما وقع فيه من الضخمة واجيب بان الشجاعة انما تعرف حال العسكر بالشبات والتحفظ واي شجاع اقوى من حالهم ان بعد التزمية ثبتوا حتى رجع الكفار خائبين المبادىء ولم يقدر على الاستيصال بعون الملك المتعال والاحسن ان يقال ان المؤمنين غلبواهم والاثم لما تفرقوا الى القنينة وترك رماة المسلمين المراكز ومحل القرار رجع الكفار بعد الفشل ورسولوا من رؤسهم فوقع ما وقع من قتالهم ومع هذا اثبتهم الله تعالى بالتحفظ من انهم وتخلص من استيصالهم ولا ربح وظاهرا وباطنا والحمد لله على ذلك

الْمُصْدِرِيُّ الْبَيْضُ حُمْرًا بَعْدَ مَا وَرَدَتْ

مِنْ الْعُدَى كُلِّ مَسْوَدٍ مِنَ الْبَيْضِ

"امصدر" عن المنهل اخرجه واورده فيه ادخله وورده فيه دخل وما "مصدرية" والمصدرية مطلق الى البين والخذ اسقط نونه ومنصوب بتقدير اعنى او امدح والبيض السيوف المصقولة يجوز نصبه صمما والمقبي الصلوة وحذف النون تخفيفا ونحرا حال من البيض اي ملبسة بالدماء ومن العدى حال من نزل ومن التبيين وهو مفعول ويرد ومن الهم بيان مسود والهم جمع لمة وهي الشعب

المرسلة الى المنكب والمراد منبها وفيه ايماء الى ان الكفار القاتلين غالبهم شبابا

وَالْكَاتِبِينَ بِسْمِ الْخَطِّ مَا تَرَكْتِ

أَقْلَامَهُمْ حَرْفَ جِسْمٍ غَيْرِ مَنْجَمٍ

"الكاتبين" عطف على المصدرى اي الطاعنين بسيم للخط وهي الرماح جمع اسير والخط شجرها وقيل شجر باليامة يجلب اليه من الهند ما تركت اقلامهم اسلة رماهم حرف جسم من الكفار اي طرفه غير منجم اي بلا اش وغير بالنصب صفة لحرف وبالجزم صفة لجسم والمجلة المنفية حال من سمر على رواية اقلامهما اي غير تاركة اقلامهم ويحتمل ان يكون استينافية وما موصولة مفعول للكاتبين والعائد الى ما محذوف ولا يخفى ما في طي البيتين من لطائف العبارة وظرائف الاشارة ومحمل معناه ان الاصحاب الذين هم اولوالالباب بتوفيق رب الانهار يوردون السيوف في اعناق الاعداء مبيضة ويصدرون بها بطلاخ دماهم مخرجة ويكتبون على اصفحت رقاع وجوههم منشور المسارة باقلامهم الرماح الخطية المأمونة عن الانكسار وما تركت هذه الاقلام طرف جسمهم مجللة بلا نقطة وزميت شعرهم مجللة بلا طعن

شَاكِي السِّلَاحِ لَهَا سِيَامٌ مِزْهَمٌ

وَالْوَرْدُ يُتَارِ بِالسِّيَامِ مِنَ السَّلَامِ

"شاكى السلاح" صفة المصدرى البيضى او يدل منه او حال عنه اي تلمع وقيل حادية وهو اسم ناشل من الشوكعة تبعه القلب والسيامى العلامة والسلم شجرة ورد يتار الورد عنه بحسن الخلقة ومجما المنظر وطيب الرائحة وقيل شجر ذو شوكة يكون في البادية وقيل مطلق الشجر والمعنى هؤلاء الشجعان اصحاب الابواب يا عداد الاسلحة واعداد القوع اشداء على الكفار وحما بينهم بالتواضع والانكسار والعسكر والايثار يمتازون في عين الاحياء من الاعداء بحسن السيام كما يمتاز الشجر من الشجر والشجر من الشجر فم ازهار حدائق الوجوه سيماهم في وجوههم من اش السجود

تَهْدِي إِلَيْكَ رِيَّاحُ الْبَيْضِ شَرْهَرٌ فَتَحَسِبُ الْوَرْدُ فِي الْأَكَامِ كُلِّ كَمٍ

يقع البيت باشباع ضمة ميم "نشرهم" وتحسب "بكسر السين" فتحها "والاهداء" ارسال الهدى والمراد بريح
النشربكة تدوم ثمرته وقد يرد بالرياح الدولات قال الشاعر

إذا هبت رياحك فاعنتهما: فعقبى كل عاصفة سكن

والمراد بشركهم أخبارهم الطيبة والأحكام "جمع" كسر الكاف وهو الغلاف "والكنى" الشجاع وهو تشبه الياء قبل
خفف للضرورة قوله "فحسد الزهر" من قبيل تشبيه المقلوب أى "فحسد كل كفى الدروع زهرا" في الاحكام وفيه ادعاء
ان نشرهم اخذ المشام بحيث كلما وصل اليها رائحة طيبة تظنها نشرهم وقيل كل كفى مفعول اول لتحسب وما قبله الشا
والزهر في اكمامه احسن منظر او اظرب رائحة منه في الخارج

كَانَهُمْ فِي ظُهُورِ الْجَيْلِ نَبْتٌ بَرًّا

مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ لَأَمِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ

"الربي" جمع ربيعة بتثنية السراء وهي ما ارتفع من الارض ونبتها "انبت" في الارض نبت غيرها طول
عمره وقه حتى يصل الى الماء بخلاف نبت غيرها في ظهورها ثبت من غيرهم لكن من شدة الحرز بكسر الشين وفتح
الحاء أى من قوة الشدة ومراعات الاحتياط لا من "شدة الحرز" بفتح الشين وضم الحاء والزاء جمع حزام وهو
ما يشتد به السرج وغيره على ظهر الدابة بالربط التام والاستحكام التمام

طَارَتْ قُلُوبُ الْعِدَى مِنْهُمْ فَرَقًا

فَلَا تَفَرِّقُ بَيْنَ الْبَهْمِ وَالْبَهْمِ

"فرقا" بفتحين أى خفا وخرعاً وهو تميز من نسبة الطير ان الى القلوب والبهمة بفتح الباء وسكن الهاء
جمع بهمة وهي السمكة ولد الغنم والبهمة بضم ففتح جمع بهمة بضم فكون بمعنى الشجاع والمعنى ان قلوب الاعداء اضطرت
من اجل شدتهم في الحرب ففرغت الا ان صارت لا تفرق بين المذكورين ولا تفرق بين المسمومين لان
نظرهم محصور على الظاهر ولا يفرقون بين القذرو الطاهر وما المؤمنون فينظرونهم الدقيق المقرون بالحق
الحقيق يميزون بين الحق والمبطل ويفرقون بين الحق والباطل قال الله تعالى وما يستوي الجحان وان كان في
نظر الجحان اتجا مستويان هذا اعتدافاً وهذا ما لا يجازي ومن لم يذوق لم يعرف ومن يعرف يعرف

وَمَنْ تَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ نَصْرَتُهُ

إِنْ تَلَقَّه الْأَسَدُ فِي إِبْجَامِهَا حِمٌّ

"النصرة" مصدر بمعنى المفعول "والأسد" بضم الهمزة وسكون السين جمع اسد الاجام بالجمع اجماع
وهي ارض كثير القصب و"حيم" بفتح الباء وكسر الجيم من وجرى يسكن من حزن ان يسكن منها والشرط ان
وجوابه جواب الاول وليس هذا من تولى الشرطين المشهورين ثين ثانياً حال من الاول وان الجواب له نحو ان جئتني
ان تاديت اكرمتك أى ان جئتني متاد باكرمتك ولا بد من تقديم التاديب على المجيء ليتحقق مقارنته لمؤخره ولا
يتعكم نصي ان اردت ان نضح لك من كان الله يريد ان يفوكم والمعنى

من يسكن نصوته واعانة وقوته واعانته على محاربة الاعداء بواسطة سيد الاحباء ان

تلقه جميع افراد الاسد المشهور بالشجاعة والمجاهدة في مجالس السماء والغاية وهي

اجرة منجى في غيرها في اتصال الكابة يسكن على حاله ولا يتحرك خوف منه في داله وفي هذا

البيت اشعار

باري معنى السنة في شرح السنة عن ابن السكندر ان سفينة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم ردت لجيش
باري ارم وسرية فطلق نذرا ياتمس الجيش فاذا هو الاسد فقال يا ابا الحارث انما هو رسول الله صلى الله عليه وسلم
كان من امرى كيت وكيت فاقبل الاسد له بصبصة حتى قام الى جنبه كذا اسمع صوتا هو الى الله تعالى
الى جنبه حتى بلغ للجيش ثم رجع الاسد ذكوة صا المشكوة في باب الكرامات

وَلَنْ تَرَى مَنْ وَلِيَ غَيْرَ مَنْصَرٍ

يَهُ وَلَئِنْ عَدُوٌّ غَيْرُ مَنْقَسٍ

"من" في الموضعين زائد ومنه رتبة للرسول "والانقصاص" بالقاف هو التوازية وهو الانكسار فرق الانقصاص
بالفاء معنى الانكسار مع البينونة "غير" في الحولين جارجره على الوصفية ونصبه على انه مفعول
ثان لتقرى على ان يكون من روية القلب ورفعته على انه خبر مبتدأ محذوف هو هو جنى
ولن تعلم وليا له صلى الله عليه وسلم غير منصور ولا تبصر عدوا حال كونه غير مكسور ومتفرد

على كل وفي مشهور كل عدو منكسر له

أَحَلَّ أُمَّتَهُ فِي حِزِّ مُلَيْتِهِ كَالْيَتِيمِ حَلَّ مَعَ الْإِسْبَالِ فِي أَجْمَرِ

الاحلال انزال ولا شباه جمع بكسر الشين وهو ولد الاسد والاجم فتحتين جنس مغايرة اسد والواحد اجمة اي احل امته المرحومة في حصن الملة العصومة كما ان الاسد يترك مع اولاده في اجمة لما جرة وفيه يمدح ان الملة كالحصن للامة فمن التجلى اليه سلم من الافات ومن خرج عنها تعرض للبلديات ما ورد في حديث القدسي لا اله الا الله حصني فمن دخل حصني امن من عذابي وفي المصباح الثاني اشارة الى انه من عذابه وسلم من كبر شفقته ومحمته وتاييد وتوطئه لامة كالب لهم قال الله تعالى النبي وفيه من بين من أنفسهم وازواجه مهتهم وفي قرأة شذوذا وخراب عمر

كَمْ جَدَلْتُ كَلِمَاتِ اللَّهِ مِنْ جَدَلٍ فِيهِ وَكَمْ خَصَمْتُ الْبُرْهَانَ مِنْ خَصْمٍ

كمر خيرية وجدلت بالتشديد او فعت على الجدة وهي الوضع على وجه الارض وفيه يقرب بالا

له وفي حرق ان الامم مستصرون به صلى الله عليه وسلم في كل الاوقات والاعداء متحورين - ومعلوم ان جميع الاولياء مستصرون به على امته عليه وسلم - ولذا قال الولي الشيخ احمد الملقب بكان الاقطاب انسابا ولا الاوتاد او قواد الاوتاد الله في شطيم لدواعي علم شريته وكل من يتكلم بما ياذي به عليه الصلاة والسلام فهو عداوة والله الحق في روح البيان حكى عن بعض الحكماء قال كنت في مجلس بعض العارفين فتكلموا الى انه قال لا تخلص لاحد من الموت ولو كان فلانا اراد به النبي عليه السلام حيث قال حبيب الوفاء من دنياكم ثلاث - قلت له اما تستحي من الله يا ابن علي بن ابي طالب احييت بل قال حبيب فكيف يلام الله على ما كان من الله كل امه شرحه في هم ونهم من استباح هذه الكلمات رثيت النبي صلى الله عليه وسلم في المنايا قتاله لا تخف فقد كفينا امره ثم سمعت انه خرج الى ضيعة له فقتل في الطريق - نفقوا بالله عن التناول على الانبياء وروى عن من العلماء والاولياء انتح - ١٠

لغير اليه صلى الله عليه وسلم "غصو" اي غلب في الخصومة من خاضعت زينة الخصومة والجدل والخصم كسر بينهما صفتا مبالغة وهما مفعولان ومن "نراودة" فيها والمعنى كثير من المرات قطعت وغلبت كلمات الله من الايات بينات المبالغة في الجادلة والمجاهدة في المعارضة لاظهار بقوته واشعاره سالت صلى الله عليه وسلم ومن كرامات الزمن الحجج الواضحة والمجرات الظاهرة المخاصمة غاية الخصومة والمعالجة

كَفَاكَ بِالْعَالَمِ فِي الْأَمْرِ بِمُحْزَنَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالسَّادِثِ فِي الْيَتِيمِ

"الباء زائدة كما في قوله تعالى وكفى بالله شهيدا واللام للجنس والمراد به الفرد الكامل الامم منسوب الى الله وهو من لم يدركه تربية الاب ارمي وصف خرج من بطن امه بدون اكتساب قرأة وكتابة او منسوب الى امة العرب وهم قوم غالبيهم عدم معرفة الكتابة والحساب والتأديب - مصدر المجبول وهو معطوف على العليم واليتم بضممتين مصدر جعل حين في المعنى وهو بمعنى اليتم" كان عدل بمعنى العادل وترك قرأه مجزئة بعد قوله "اليتم" للعلم بما هو قبل والمراد بالمحزنة المخارق للعادة وان اعتبروا فيها مع ذلك اتقوا بالتحدي وهو دعوى الرماله نع عدم المعارضة من الرسل اليهم والمعنى ان محزنة كثيرة لا تحصى وخوف عداوة شديدة لا يخفى وان انشرت بعض الامم وان هتداء وكملت لغزها بخلاف الترفيق والافتقار رثيت ذاته الشريفة مع صفة محل خالف العادات المربانية ومظهر المعجزات

السجانية

حينئذ كفالك ايها الطالب بمحزنته وحسبك ايها الراغب بحرق عادته تدالة على كمال كرامات العلم والمشمول على الاصول والفرع المختلط بالمعقول والمسموع ممن لم يتعلم من العلماء ولو يكتب مع الابداء في زمان كثيرة الجهل والسفاهة حيث صرف فيه شعر السابق وصف الوحي اللاحق وكذا كفالك كونه مؤدبا بكمال الحاصل ومتادبا في وجه الكمال في اوان يمتعه وزمان حدثته واول خلقته وفطرته بلا وجود اكتساب رياضي بل محمود المهي فيا من بغض اليه الارثان وكره اليه العصيان وحب اليه الايمان وزين اليه العرفان ووصل الى مقام الاحسان وهذا معنى قوله صلى الله عليه وسلم ادبني ربي فحسن تأديبي وقال بعضهم حسبي ربي من كل

خَدَمْتَهُ بِمَنْدُوحٍ اسْتَقِيلَ بِهِ ذُنُوبُ عَمْرِ مَضَى فِي الشَّعْرِ وَالْخَدَمِ

المدح ما يمدح به وقيل انه مصدر والاستقامة طلب العفو والاد بالشعر هو ما معناه المعسدي
 اي الاتيان بالكلام الموزون المقفى وكثير ما يطلق على نفس ذلك الكلام فيمكن ان يقدر مضان
 اي ما في استهارة او القيد والخدم بكسر الخاء جمع خادمة والمراد بالخدمة المخلوقين كما ان المراد بالشعر
 الشعر المذموم وجملة استقيل صفة مدح وتوحيلا من فاعل خدمته والصفة اشرف بخدمته صلى الله عليه وسلم
 باستعانة مدح اطلب العفو من الله تعالى سببه ذنوب مدة جلوة مضت بالاشتغال بالشعر في مدح الناس
 ومن منهم وضاعت في خدمته ارباب الدنيا لا غرام في فاسدة في صحبته

اِذْ قُلْتُ اِنِّي مِمَّا تَخْشِئُ عَوَاقِبُهُ
 كَاَنِّي بِهَا هَدَيْتُ مِنَ النِّعَمِ

اذ تعليلية لاستقيل والتقليد ربط العنق ويجي جمعى الالزام ويقر البيت بفتح الميم من قلداي
 والتخمين في بها راجع الى الشعر والخدمة مذمومين والهدى ما يهدي من النعم وهو الابل والبقر والغنم
 المذبح في الحرم ومن شأنه ان يقلد اي يتعلق شئ في عنقه ليعلم انه هدى فلا يعرض له شئ ثم يخر من بيانية
 والمعنى لان فضول الشعر وحموه خدمته خلق الزم في علقا رقبتي الاشهر والاوزار التي تخشى عواقبها من
 انواع العقاب في عاقبة الدار وكانني عينت مملوكا بسببها فاما او تعافى في معرض التبر

اطعت عني الصبا في الحالتين وما
 حصلت الاعلى الاثام والندم

اي اطعت صلالة الصبا وجملة الشباب الناشئة عنهما في حالتين استعمال الشعر واستعمال الخدمة
 وتضييع العمر بها والحال انما حصلت شي من جهتها الا الوقوع على المعاصي والندامة والتسور والتحرز
 على ما وقع من المناهي والمراد بالندم ما يترقب عليه الندامة والالتزام لنفسه توبة وهي موجبة للنجاة
 والدرجات في سيلة فلا يدخل تحت التكاية ويروي حصلت بالتخفيف فالمحق ما وقعت على
 كل شئ من الاغراض الباطلة والمقاصد الفاسدة الاعلى المعاصي والندامة ويمكن لفوا ونشرا فالاثام و
 على مدح الفسقة والندامة على خدمة الجاهلة

فِي اخْسَارَةِ نَفْسِي فِي تَجَارَتِهَا
 لَمْ تَشُكَّرِ الدِّينَ بِالدُّنْيَا وَلَمْ تَسْمَعْ

في بعض النسخ في اخسارة النفس على التكثير والمنادي لها محذوف اي يا قوم اعتبروا خسارة نفسي
 او المنادي وهو خسارة نفسي اي تعال ليحيا منك في امرك وتنداع غير العقله مشايخ في كلامهم قاله
 المعنى فيه معنى التجب اي ما اسرها والبراد بالاشراء الاستيدال والدنيا بمنزلة الثمن فلهذا ادخل الباء
 واليوم طلب الشراء من يبيصر والمعنى انظر يا اصحابي واعتبر يا احبابي من خسارة نفسي الفاسدة في
 مملكتها الكاسدة من اثار الدنيا مع معارضة العقبي الباقية على الدين القيم المرسل للنعم المقيم حيث
 لم تشكر الملك الباقي بالثمن الفاني ولم تعقد تحصيل الدين بترك الدنيا بحسن النية وصفاء الطوية وفيه مبالغة
 لا يخفى واما الى عدم امكان الجمع بينهما وقال بعض اهل الاشارة اي لم تبدل الدنيا بالدين مع انه يحصل
 بادن تبدل وهو حرك الالف الدالة على حسنة الاوثنة وتقديم ياء الهمزة لفظية لتقديم المسيرة وتقديم
 الهمزة على تأخير ثبوت النفس المائلة الى الزهر

وَمَنْ يَبِيعْ اَجَلًا مِنْهُ يَعْاجِلْهُ
 يَبِيعُ لِهَ الْعَيْنِ فِي بَيْعٍ وَفِي سَلَمٍ

الاجل بالمدح والاق بعد اجل والمراد به الدنيا ومنه يقر بالاشباع وضيق راجع الى من وكذا ضمير
 عاجله وروى بعاجلة بالتانيث وقيل ضمير من يعود الى الذين وبمثلة الباء هو الثمن المأخوذ دون الثمن المتروك على
 عكس الشرائي حذف عند المضاد الي اي بيعة وسلمه ومن مضارع مجزوم من ياب بان يبين كبايع سبغ
 بمعنى ظهر والبيع انواع بيع العين بالعين وهو المقايضة وبيع الدين بالعين وهو السلم بفاتحين وبيع العين
 بالدين وهو الدائنة وبيع الثمن بالثمن وهو الصرف وما نحن فيه من قبيل السلم ولهذا تعرض لنا مع انه لرجح
 تحت البيع وفيه اشارة الى من يقول من الملاحة الدنيا نقد والاخرة نسيئة وامطلة النقد لها غير معتولة
 فان السلم انما يكون باعطاء النقد للنسيئة وذاق التجار يلقونه بالقبول ولذا اذم الله تعالى الكفار بتوهم
 كلاب يتجون العاجلة وقد روى الاخرة وقال من يريد العاجلة يحل له فيها ما يشاء اي يشاء

من يريد اى لا لكل من يريد ثم جعلنا له جهنم يصلها مذهب ما مدحوا اى مطرودا ومن اراد الآخرة
وسعى لها سعيها وهو مؤمن فاولئك كان سعيهم مشكورا كل نمد هو لا ع وهو لا ع من عطف ربه
وما كان عطاء ربه محظورا اى مبررا وحاصل المعنى ان من اخذ العاجلة وترك الاجل يظهر له الخسارة
الكاملة في تجارتها والفين الفاحش في معاملته قال الغزالي لو كانت الدنيا دارا والآخرة خزانا
بأقوالا اختيارا العاقل الخنزير الباقى على الذهب الفانى فكيف والامر بالعكس وقال تعالى من كان يريد
حرف الآخرة نزول في حرفه اى باعطاء الدنيا له ايضا من كان يريد حرف الدنيا نزلت معها اى بعضتها
وماله في الآخرة من نصيب

وَأَنْتَ ذَنْبًا فَمَا عِھْدِي بِمَنْتَقِصٍ

مِّنَ النَّبِيِّ وَلَا حَبْلِي بِمَنْتَقِصٍ

روى "عقدي" موضع عقدي والحق ان الفعل ذنبا وادنى كسبارة من قوله الظاهر ان الذنب اما لا يستحق
اولا رادة الاصح ليس عهدي وهو الايمان بالنبي والامان منه منتقصا لان نقص العروة يتركاب النقص
لا ينقص عهد الايمان ولا عقد الامان ولا حبل اى ولا تعلق بينى بل محبته ولا رجاء شفاعته صلى الله عليه
بمنقطع لا من جانبى ولا من جهة صلى الله عليه وسلم وقيل المراد من العهد ما يفهم من قوله صلى الله عليه وسلم
من قال لا اله الا الله دخل الجنة وبالحبل ما يولم من قوله تعالى من يكفريا بالطاغوت ويؤمن بالله
فقد استمسك بالعروة الوثقى لا انفصام لها

فَإِنِّ لِي ذِمَّةٌ مِّنْهُ بِتَسْمِيَّتِي

مُحَمَّدًا وَهُوَ أَوْفَى الْخَلْقِ بِالذِّمِّ

يقرا منه "باشاع الضمير ارجع اليه صلى الله عليه وسلم وتسميتى مصدور محمول مضاف الى
مفعول الاول "محمدا" عليه الصلوة والسلام مفعول الثانى والذم بكسر اوله جمع الذمة وهو العهد

له الاسلوب ان يكون المراد من العهد والحبل هو الوعد الذى جاء فى التسمية محمد (صلى الله عليه وسلم) خبره

والامان والسلام وقيل المراد بالذمة هنا وعد الشفاعة لمن يسمى محمد واسم على ما روى وحاصل البيت
تعليل للحكم فى البيت السابق والمعنى لان اسمى محمد وهو ال على محبته احمد والاسم لا يتغير بخلافه اسمى
وهو صلى الله عليه وسلم بمراعاة الذم اوفى فيقوم بحققها بالشفاعة لانها فى دار العقبي له

أَنْ لَّيَكُنْ فِي مَعَادِي أَخَذَ ابْنِي

فَضْلًا وَالْأَفْقَلُ يَأْزِلُهُ الْقَدَمُ

"المعاد" مصدر اى مكان ارض مان والمراد منه رجوع الارواح الى الابدان والاخذ باليه كناية عن
المعاونة وقضائه قمين والا بكسر الهجزة ولشد يد اللام وروى بالتون وهو بمعنى الذمة والعهد فانه اشتق
لا يربون في مؤمن الاول تمة وهو الصحيح اى وان لم يكن معينا فقل اى احسانا انما على الوعد او عدلا
الوفاء بالعهد والذمة فالواى بمعنى اوفى بغير تنوين فهو مركب من ان الشرطية ولا المتافية بمعنى وان لم
يكن كذلك وظاهرة مفسدة المعنى كرا لا يخفى فهو بمعنى الشرط الاول وتاكيد له والجواب فقل خطاب
خبره من - اى فقل يا زلة القدم احضرى فخذ الاولك وهو عبارة عن الوقوع فى الميالك ويمكن حينئذ من زلة
القدم عن الصراط فى النار ويمكن ان يقال الخطب عام ١٢ اى فقل لى ايماء الخطاب يا فلان احذر زلة القدم واماماتيل
من تقديره وان لم يكن عهدا فى الاولى وفضلانى الاخرى ففيه ان الشرط الاول يبقى بلا جزاء النعم لان
يقال يا زلة القدم احضرى فخذ الاولك وهو عبارة عن الوقوع فى الميالك ويمكن حينئذ من زلة
القدم عن الصراط فى النار ويمكن ان يقال الخطب عام ١٢ اى فقل لى ايماء الخطاب يا فلان احذر زلة القدم واماماتيل
من تقديره وان لم يكن عهدا فى الاولى وفضلانى الاخرى ففيه ان الشرط الاول يبقى بلا جزاء النعم لان

خَاشَاةٌ أَنْ يَجْرِمَ الرَّابِعِي مَكَارِمَهُ

أَوْ يَرْجِعَ الْجَارِمُ مِنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمٍ

خاشاة تزويه لما او معناه حاشية ويجرمه من حرمه يجرمه كضربه يضربه او من احرمه بمعنى
منعه يتعدى الى مفعولين وهو مبتنى على المفعول وقيل على الفاعل وسكون الراجح من ضرورة الشعر والجار

له هو صلى الله عليه وسلم مامل ورجو فى كل حال زمان - خبره

مرفوع فيرجع لانهم بمعنى يصيرون ويعودون او منصوب متعدي بمعنى يرد ويعيد والجاء بمعنى المستجير الداخل في الجوار والعهد والامان وضمير منه بالاشباع الى النبي صلى الله عليه وسلم منقح ان يحرم راجيه عن الاكرام او يرد المستجير منه بخير واحترامه من محذون الكلامات ومنع الاحترامات

وَمِنْذُ الزَّمْتِ افكارى مَدَا حِجَّة

وَجَدْتُهُ لِحَلَا صِي خَيْر مَبْلُغ

منذ بمعنى اول المدة مفعول فيه لو وجدت والخلاص مفعول المنقح بكسر الزا واللام لتقوية الهمال يقال الزمت الشيء ذلته اي جعلته كفلا للشيء فيكفل به وواجبه على نفسه والاطهر ان اللام للعللة متعلقة بجزية والنعى ان من مكابره الحسنات واخلاصه المستحسنه اعني حين توجهت اليه بصوت افكارى لديه في انشاء مداحه باخلاص النية وحماء المادية تكفل له وقام بخليصى من كل شدة وبلية

وَلَكِنْ يَفُوتُ الْغَنَى مِنْهُ يَدَا تَرْتَبُ

إِنَّ الْحَيَا يَنْتَبُ الْأَرْهَارُ فِي الْأَكْمَرُ

الغنى بكسر ميم القصر بمعنى اليسار ومع المد وبالفتح مع القصر الاقمة ومع المد لغنى ومع تدبج الاربعة من قال من يمكن له غنى يحل في غنائى وفي دور غنى لاهل الغناء ومنه باشباع الضمير صفة للغنى من جهة ويد اي ايمن ورتب اي افترقت وارتيد باليد ايدي المحتاجين والمنكحة في سياق الفنى يفيد العزم والحياة القصر مع الاربعة جمع زهر والاكبر جمع اكمة بمعنى الربوة وهو الظلل والمقصود تشبيه جوده في عزم الفقه وطلح النصر اذ في رتبة الخط او سحر المنع وفيه إشارة الى انه صلى الله عليه وسلم رحمة للعالمين وسحب بعض الحاضر والماضي للعلم والعلمين والبيت الذي كان قبله مقيد الدفع الضمن الى اليه وهذا مشير الى حصول النفع من الطمع اذ به لا كان موهبا انه اراد بالنفع النفع الدنيوية دون الحظ الربوية فدفع الوهم من الخيال فقال

وَلَمْ أَرِ زَهْرَةَ الْبُنْيَا الَّتِي أَقِطَفَتْ يَدَارِ حَيْرِي مَا أَشْيَى عَلَى هَرَمِي

في اكثر النسخ اقتطفت يقال قطفت الثمرة اقتطفها جازها وفيه اشعار بان المذموم ان هو كلف الحصول وطلب

الوصول الى الامر الفاني وما اذا وقع تبعا للمتصور الباقي من غير قصد لغفائي فلا يضرك في موافقة الهوى للهدى والموافقة الدنيا مستلذة تمام المشبهة بالزهر في زينة جمالها وسرعة زوالها ونزولها بالتصغير هو ان سلمى بضم السين احد الشعراء السبعة التي كانت تصادهم معقدة على الباب الكعبة الشريفة لما سقطت عنده نزول قوله تعالى وقيل يا بلعى ما لك والايه والباقي خاله وابوه واخته وبنه وابنته وسبطه وهرم يفتح الهاء وكسر الراء انسان ويكسر قبيلة غطفان وهرم من اجود ملوك العرب ولزهر فيه مدائح وشعار وصل بها منه كثير من عطايا المطايا فمن العادات قيل الشعراء اربعة امرؤ القيس اذا ركب وان بعة اذا ذهب وزهر اذا رغب والامتن اذا طرب والباء في ما للنبسة وما مصدرية او موصولة والعائد محذوف

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِي مَيْبِنَ الْوُدِّ بَيْنِي

سُؤَالَكَ عِنْدَ حُلُولِ الْخَادِتِ الْعَمَمِ

الخلق بمعنى الخلق واللام للنسب والالا ستغراق وفي شذوثة الرمن يسكن السين جمع رسيد ويلزم منه ان يكون افضل المخلوق بالا ولان يكون ايضا للرداء المعتزلة "بين بفضيل نازكة وما نافية او استفهسية انكارية واللوز بمعنى التجاء والعود والحلول الوقوع والنزول والحادث مفرد الحوادث بمعنى الآفات والبلبات والعصاة بفتح العين المعاملة وبكسر الميم الاولى وكلاهما مسموع من عم ضد حض وورد بدو ذات نش ما زاد البوت وهي التهمة الصغرى او التهمة والمراد الشناعة العظمى واعلم انه لما ذكر الناظم مع لغوت ذنوبه وكبر خطيئته مع امره فهو سائل اسفل من حال الغيبة الى مقام الحضور فناداه به بالخطايا باحسن الادب كما قيل في اياك تعبد في صدر الصمت

وَلَكِنْ يَضِيقُ رَسُولُ اللَّهِ جَاهُكَ بِي

إِذَا الْكَرِيمُ تَجَلَّى بِاسْمِهِ مُنْتَقِمًا

چه کم گردد که صد فرزند به ز قدر رفعت بزرگوار منی
که باشند مشت گدازان خلیل بهمان دار السلام از طفیل

رسول الله تعالى حذو فداءه والجاه من وجاهه وهي رفعة التزلة وسعة المرتبة وفي متعلق بيقين اي بسبب
 شفاعتي واذا كان في نسخة للظرفية وتحتي بالحاء انصف وبالجميم انكشف والدول اصح رواية والثاني اوضح رواية
 فان اتصاف اربى وانكشف زعمان والكريم الله تعالى وحضر بذكره كرم مع انه من صفات الجلال في مقام الانقضاء
 مع انه من صفات الجلال ليحصل الا عند الولا ينقطع قلب الرجال وهذا مدح لطيف ومجرب شريف كما في قوله
 تعالى ما غرث بريدك الكريم اه تعلية لان يقول ما غرث في الاكرمك وفي الجمع بينهما اي الى ما قيل نعوذ بالله تعالى
 من غضب الخليم ثم يحتمل ان يكون البيت الاول مشير الى الشفاعة الكبرى عند عوم البلوى حين يقول الخلق
 نفسي نفسي حتى الانبياء عليهم السلام والبيت الثاني مشير الى الشفاعة الخاصة لهذه الامة في موطن القيمة وهذه
 من جاد على الله عليه وسلم عند الله تعالى لان الجاه هو القدر المستزاد ولا منزلة فوق هذه المرتبة

فَاتَّ مِنْ جُودِكَ الْبُنيَا وَصَرَّتْهَا
 وَبَنِي عِلْمُكَ عِلْمُ الْوُجْهِ وَالْقَلَمِ

من تعجبية وضرب بنفس عند الدنيا بالاسمية وهي الآخرة شبهت بالضرة لغرض مدح بغيره وبين صاحبها
 كاتبة الجود بين امرتين كقول صلى الله عليه وسلم من احب اخوته اضر به نبياء من احب دنياه
 اضر بآخرته فاشترى ما يبتلى على ما يقضى ومن لطائف ما قيل عتبت على الدنيا لتأخير عالم وتذخير هدى جهل فقالت خذ
 العذر بتولجها ابناي بذلك رفعتهم واهل الشئ اولاد صوفي الآخرة وعلم اللوح منصوب وقيل مرفوع ووجهها
 ظاهر والجود صفة هي مبداء اذا دلت ما ينبغي لا لغرض والمعنى ان يضيق جاهك بجودك الخلد من انك
 لان من جملة جودك واحسانك الى الخلق جميعا خير الدنيا بالادوية وخير العقبى بالشفاعة وقيل معنى كون
 الكونين من جود صلى الله عليه وسلم انه واسطة في ضمان الوجود على الماهيات وسيل ان الجود على الموجودات
 وفيه تلخيص الى حديث لولاك لما خلقت الافلاك واضطرب السراخ في معراج الثاني فليل العالم

احل الله اطلع على جميع ما في اللوح وانه ايضا لان اللوح والقلم متاهان فانما مشاه ويجوز احاطة المتاه بالمشاهي
 هذا على قدر فهمك اما ان احتلت بصيرة بالقران الا في شهاد بالوقوف ان علم اللوح والتم جزء من علومه فهي جادة
 من الله سبحانه لانه عليه السلام عند الاسلاخ عند البشرية كما لا يسمع ولا يبصر ولا يبطش ولا يطق الا به جلست قدرته كذا لا يعلم الا
 بهم الفهم لا يحصى بشئ منه الا بما شاء كما اشار اليه بقوله وعلمك ما لم تكن تعلم الخ من شيع زادة

منه ان الله تعالى الى فاعله اي علم اللوح والثاني الاشياء فاحتاج الى القرب بان له الادراك وشعرها بما نسب اليها من
 صفات الى المنعول اي علم الناس بالروح والقلم واحتاج الى القرب بان فيه اقوالا وقيل ان الله تعالى اطلع على قلبه القلم في تلخيص
 وهو علم الاولين والآخرين وهو الاظهر وتوضيحه بان المراد بعلم اللوح ما ثبت فيه من القوم القديسة الصبر العينية وعدم القلم به
 كما شاء والاضافه لادنى ملائسة وكون علمها من علمه متوقفا على الكليات والجزئيات وحقائق ودقائق وعرف وعما في متعلق
 بالذات والصفات علمها يكون سطر من سطر علمه ونظر من محور علمه مع هذه اهو من بركة وجوه على ما نقل انه واول ما خلق الله
 نوري اي فنظر اليه تعالى نظر هيبته فانشق نصين فنحن من صفته الكونين وهو المراد بالقلم ولذا ورد اول ما خلق الله القلم فلا
 تغاض والحاصل ان الدنيا والآخرة من آثار جودك وما ظهر من القلم على اللوح من اسرارها من اسرارها ومن اسرارها
 وفي البيت اجماع الى ان الجاه انما هو بالعلم بالله تعالى والجود على حقيقة ما ورد ان كان الايمان العظيم لله تعالى والشفاعة على خلق الله

يَا نَفْسُ لَا تَقْنِئِي مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ
 اِنَّ الْكِبَارُ فِي غَفَرَانِكَ الْبَلَمَّةِ

روي نفس بضم السين على انه ممدوح ممدوح وبكسر هاء على انه ممدوح مضاف الى ممدوحه منكم من تحنيس
 النفس بالخطاب وما يترتب عليه من العقاب اشعار بان شرط ايمانها من النفس ولاذ العقل بحجة وانما صحتها
 الله تعالى ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء وفيه رد على المعترضة والخروج من الغمض في رسمه الحق
 واحاطة النقل الداخلين في مسيرهم النفس الغافلين من رحمة الله تعالى الآسين من فضل قدره تعالى وسوحن
 لا تبسأس من روح الله الا القوم الكافرون وفيه شارة لطيفة الى انه العفو هو محل الياس لا غير من الكبار
 لا تقنطي بفتح التون وكسرها وان الكبار استيناف فيه معنى القليل والمعنى اي النفس او نفس اليتامى
 من غفران زلة او من اجن اتيان معصية كبرة في الكيفية واكثر في الكمية فان الكبار من الذنوب في جنب
 غفران غفار الذنوب كالعقرب من العيوب فانها يستبان في كونها تحت القدرة وضمن المشية كما يشير
 اليه الآية وقد دلت ما نقل في حق خلقه عبادته او على عبادته الذين يجتنبون كبريا من الائمة والنوحيين
 الا للمعاني عند الله عليه وسلم ان تغفر اللهم اعترجها في عبدك لا للمأ والفتش في قوله تعالى
 يا عبادي الذين اسرفوا الآية التسمية يا عبادي مدح والوصف بانهم اسرفوا ذم فلما قال يا عبادي طبع الطبعين
 ان يكون انهم المقصودين بالخطاب والمطلوبين بالعقاب ذمهم وارثهم ونكس العصاة اعنا فهم وقالوا من
 نحن حق يقولوا هذا وما قال الله تعالى والذين اسرفوا القلب الحال وقلب المال فالذين نكسوا رؤسهم

أشعشوا زلتزلتهم والذين رفعوا رؤسهم أطرقوا وأرقتعت صرلتهم ثم سلاهم بقوله غلا أنفسهم ثم قدّمهم
بقوله لا تقنصوا من رحمة الله ثم ألد الذنوب المستغرق بالالاف واللام بقوله بصيغ فكله قال اغفر لي أترك
فلا كان لكم حياية هيمية فلي غاية قديمة قال ورحمتي وسعت كل شيء

لعل رجما مربى حين يقسمها

تأني على حسب العصيان في القسم

القسم بكسر القاف جمع القسم أي أرجوا من حسن ظني ظن قلمي أن رحمتي وفي حين يقسمها ويظهر
بوت القية أي أرباب النفوس اللوامة ياق غلا مذكرا عصبيا نعم لا على حسب جرماتهم ولا فرجعتهم واسعة
من ذنوب بناد فضلهم اشتمل من عيوبهم او تظهر على مراتب العصيان الصادر من نوع الانسان بان يكون الرحمة
الصغيرة على طبق السيئة الصغيرة والكبيرة على وفق الكبيرة وكذا القليلة والكثيرة ولذا قال بعض
الصفاء من كمال العرفاء من كمال خير ورحمته في العقبى يندم المذنبون على تقليل معصيتهم في الدنيا
ويبدل عليه ما ورد في المعنى ان الله لا يظفر صغار ذنوب عبد ويعفو عنها ويعطيها في مقابها اجور كثيرة فيقول
العبد كان في ذنوب كثيرة شحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدت لثاجذه فهذا يدل على
سعة الرجاء فيجب التزام الدعاء والرجاء

يا رب واجعل رجائي غير منعكس

لديك واجعل حسابي غير مخز

رب محذوف الياء واكتفاء بالكسرة واجعل بالفاء والاضمار بالخاء النجمة بمعنى الانقطاع والمعنى
يا رب ارحمني بحسن عيوني وغفران ذنوبي واجعل رجائي غير منعكس عندك بانه يكون الخذلان موضع

لفظ وكرمش عاشق حسن كنه است من غارت أن بهانه جو ميسر دام
زاهد كنه كنه ميسر تو ماعز كنههم كنه غفاري تو
وهمس خوانه ايكه ما غفارت يا رب بكدام نام خوش داري تو

الغفران العقوبة مكان الرحمة واجعل حسابي وظني بذنبي غير منقطع عن فضلك كقولك في الحديث القدسي
انا عند ظن عبدي بي

والطف بعبديك في الدارين إنك

صبر امتي تدعيه إلا هو الينهمز

واللطف هو الاحسان الخفي الذي ليس له سبب جلي قيل من لطفه تعالى بالعبد اجمام عاقبة عليه
لولا علم سعادته لقل علمه واستند اليه ولولا علم شقاوته اليس وترك التذلل لديه وتبل من لطفه تعالى عليه
اخفاء اجله عليه لئلا يسترحش ان كان قد نأ اجله ولا استقصر اذا طال امله او ليثأخر عمله وفي نسخة
ارفق موضع اللطف وفي نسخة تدعه ولقي موضع تلفه والترا اظهر والمعنى الطف بالطف بعبديك الضعيف
في الدنيا بتوفيق الطاعة وفي عقبى بالرحمة ونيل شفاعته ان له صبرا قليلا ينقلب في الاحوال متى تلقه الافراع
والاهوال ينهمز ولا يثبت كالجبال من الرجال ثم لا الهاء اقوى من متابعتها وملازمته صلى الله عليه وسلم
شرف وكرم ولذا قال

واذن لسحب صلوة منك دامة

على النبي منهل ومنسجم

اذن بمعنى امر من باب علم السحب بضم السين صبح سحب سكن خاؤه تخفيفا والمراد من الصلوة
مزيد الشرف والكرامة ومنك صفة صلوة أي واقفة وذات صفة بعد صفة وعلى النبي متعلق بالصلوة
او دامة وبمنهل متعلق باذن ومسجد بجمع الجيم على الصحيح عطف عليه والتقدير يا ابن باقاضة
مطر منصب شامل قيل اتى الناظم بالصلوة على سيد الكرام ببلغ الوجوه واحسن الشظاء حيث
جمع في بيته ذكر الصلوة وذمها ونزولها ومبدأ التزل ومنهلها وكثرتها في ضمن الانصاب ومحوها
في السيلان ومحوها وتشبيهها بالانطار واشبات السحب لها فلهذه عشرة اشياء يستفاد من كلامه
بعضها بالدلالة وبعضها بالاشارة في لفظ اذن اذن بان سحب الصلوة حاضرة واقفة موقوفة على اذنه
سالى والاذن متحقق فانه سبحانه وتعالى مع الملاء الاعلى يصلون عليه صلى الله عليه وسلم وقد

من عبادة المتفادين لديه بقوله صلوا عليّ هو تسليما تشريفا له وتعظيما ومهابة وتكرما.

مَا رَتَبَتْ عَذَابَاتِ الْبَانِ رِيحٌ صَبَا

وَاطْرَبَ الْعَيْسَ حَادِي الْعَيْسِ فِي النِّعَمِ

رُحْتَ بِتَشْدِيدِ الزَّنَنِ الْمُفْتَرَحَةِ لِلْأَمَلَةِ أَيْ أَمِلْتُ وَمَا مَصْدَرِيَّةٌ ظَرْفِيَّةٌ لَا يَذْنَ قِيلَ تُسَمَّى ذَوَامِيَّةً عَلَى عَرَفِهِمْ لِأَزَادَةِ الدَّوَامِ وَهِيَ أَمَّا
مُدَّةُ لَدَلَتِهَا عَلَى مَدَّةٍ مَدِيدَةٍ فَانْهَبِ الصَّبَا وَتَرْتِيبُهَا الْأَعْصَانُ الْبَانُ أَنْ لَمْ يَجِدْ عَلَى الدَّوَامِ لَكِنْ يَمْتَدُّ الْأَوَانُ وَامْتِدَادُ الزَّمَانِ انْتَهَى
وَحَاصِلُ كَلَامِهِ أَنَّ الْمَوَادَّ مَا دَامَتْ وَعَبَّرَ بِمَا لَا يَخْلُو عَنْهَا لَكِنْ قَالَ بَعْضُ الشُّلُوحِ هَذَا كَلَامِيَّةً عَنِ التَّائِيدِ وَعَذَابُهَا بِمُحَرَّكَاتِ أَيْ أَغْصَانِ الْبَانِ وَهِيَ شَجَرَةٌ لَهَا
لَطِيفَةٌ وَأَصْلُ عَنْ بَنَةِ الشَّيْءِ طَرْفُهُ اللَّطِيفُ وَالصَّبَا هِيَ الرِّيحُ الَّتِي تَهْبُ مِنْ مَطْلَعِ الشَّمْسِ إِذِ السُّتُورُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارُ يَقَابِلُهَا بِالْكَبَّةِ الشَّرِيفَةِ فَكَأَنَّمَا تَصَلُّو
إِيَّاهُ وَتَهْمِلُ وَقَدْ قَالَ الْقَبِيلُ يَقَابِلُ الدُّبُورَ الَّتِي تَهْبُ بِرُكْبَتِهِ وَفِي الْحَدِيثِ نَفْسُ الصَّبَا وَهِيَ الْوَيْلُ وَتُكْرَمُ بِرُكْبَتِهِ وَتُكْرَمُ فِي الْأَشْجَارِ
وَالْأَغْصَانِ تَلِيهِمَا تَهْمِجُ الْقَوَى التَّامَّةُ فِي الْأَرْضِ وَتَزِينُهَا بِأَنْوَاعِ الْأَنْوَارِ وَأَصْنَافِ الْأَزْهَارِ تَبْرِكُ الشَّعْرَاءُ بِذِكْرِهَا فِي
الْأَشْعَارِ كَمَا قَالَ الْأَشْعَارُ الْإِيَّاصُ بِمُحْدَمَتِي هَجَمَتْ مِنْ مَجْدٍ فَقَدْ نَزَلَتْ فِي سَوَاكٍ وَجَدَ أَعْلَى وَجِدَ وَأَصَافَةُ الرِّيحِ
الصَّبَا مِنْ أَصَافَةِ الْعَامِ إِلَى الْخَاصِّ وَهِيَ فَاعِلٌ وَعَذَابَاتٌ مَفْعُولٌ كَذَا قَالَ غَالِبُ الشُّرَاحِ لَكِنْ ذَكَرَ الْعَلَامَةُ مَوْلَانَا عَصَا الدُّرِّ
أَنْ فِيهِ اشْكَالٌ وَهِيَ أَنْ رُحَتْ فِي اللُّغَةِ مَبْنِيٌّ لِلْمَجْهُولِ كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ التَّاجُ وَالصَّحَاحُ فَيَنْبَغِي أَنْ يَقْرَأَ مَجْهُولًا وَيَجْعَلَ
رِيحَ صَبَا فَاعِلٌ فَعَلٌ مَحْذُوفٌ أَيْ أَمَالَةٌ رِيحٌ صَبَا لِيَكُونَ الْقَرْتَبُ مِنْ قَبِيلِ يَسْبَحُ لَهُ فِيهَا بِالْغَدْرِ الْإِحْصَالُ رِحَالُ
وَالصَّبَا يَسْبَحُ لَهُ فِيهَا بِالْغَدْرِ وَالْإِحْصَالُ رِحَالُ ثُمَّ رَأَيْتُ الْقَامُوسَ وَافَقَ الصَّحَاحَ فَقَالَ تَرْمِخُ تَمَائُلُ وَغِيَرُهُ رِيحٌ عَلَيْهِ
تَرْمِخًا بِالضَّمِّ غَشِيَتْ عَلَيْهِ أَوْ أَحْقَرَاهُ وَهِيَ فِي غَطَامِهِ فَمَا لَوْلَا وَهُوَ مَرْمِخٌ مَحْدُودٌ لَكِنْ ظَهَرَ لِي أَنْ بِنَاءَ الْمَجْهُولِ مَخْتَصٌ
بِمَا إِذَا نَعْدَى وَيَدُلُّ عَلَيْهِ خُصُوصُ الْمَعْنَى وَلَنْ تَرْمِخَ سَطْرٌ فَلَا يَدُلُّهُ مِنْ فَعْلٍ مُتَعَدٍّ وَهُوَ لَا يَكُونُ إِلَّا مَعْلُومًا
كَمَا هُوَ مَعْلُومٌ فَارْتَفَعَتْ الْجِهَالَتُ وَصَحَّ مَا وَرَدَ لَا يَجْتَمِعُ أَمْتِي عَلَى الضَّلَالَةِ ثُمَّ رَأَيْتُ قَالَ ابْنُ الْغَزَارِيِّ يَقَالُ رُحْتَ
الرِّيحُ الْخُصُوفُ أَيْ أَمَالَةٌ ثُمَّ ذَكَرَ مَا فِي الصَّحَاحِ هَذَا وَطَرِبَ الْهَيْئَةُ الْخَاصَّةُ مِنَ السُّرُورَةِ الْمُقْضِيَةِ الْهَمَزَةُ وَ
الْمُرْكَبَةُ مِنْ طَرِبَ يَطْرِبُ كَحَفَظَ يَحْفَظُ وَيَعْدَى بِالْهَمَزَةِ وَالْعَيْسُ مَنْصُوبٌ عَلَى الْمَفْعُولِيَّةِ بِمَجْعِ أَعْيَسَ وَهِيَ الْأَبْلُ الَّتِي
يُخَالِطُ بِهَا صَاحِبُهَا أَوْ الْبَيْضُ يَقْرَبُ إِلَى الْهَمَزَةِ وَهِيَ كَرَامُ الْأَبْلِ وَلِذَا وَرَدَ فِي بَعْضِ الْأَحَادِيثِ أَفْضَلُ مِنْ حَقَرِ
النِّعَمِ وَلِلْجَدِّ سَوَقُ الْأَبْلِ وَقِيلَ الْغَنَاءُ بِهَا قَالَ فَقَالَتْ وَهِيَ تِلْكَ السَّوَادُ أَنْ تِلْكَ السَّوَادُ أَنْ أَغْنَاءَ الْأَبْلِ الْإِحْدَاءُ
وَالنِّعَمُ الْمَصْرُوتُ الْعَيْسُ فِي الْقَامُوسِ النِّعَمُ حُرُوكَةٌ وَبِسَبْكَوْنِ الْكَلَامِ الْخَفْءُ الْوَاحِدَةُ بِأَبْجَا وَنَعَمُ فِي الْغَنَاءِ
كَفَرِيَّةٍ وَنَعَمُ وَنَعَمُ نَعَمُ أَنْتُمْ فَمَا تَقُولُ ابْنُ الْغَزَارِيِّ أَنَّ الْمَرْزُوقَةَ أَنْ النِّعَمُ بَيْتُ الْقَصِيدَةِ بِكسر النون يُخَالِجُ

لَا تَقْلُ الصَّرِيحُ أَوْ دَلِيلُ الْجَامِعِ بَيْنَ تَرْمِخِ الْأَعْصَانِ وَتَفَرُّجِ الْهَيْجَانِ أَيْ صَالِ طَائِفَةٍ مِنَ النَّبَاتِ وَجَمَاعَةٍ مِنَ الْحَيَوَانِ
الَّتِي خُفِرَ رَجُلُهَا وَحَصُولُ كَمَالِهَا وَفِيهِ تَنْبِيْهُ تَنْبِيْهِ عَلَى أَنْ الصَّلَوةَ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْجِبَةٌ لِمَا لَمْ يَصِلْ
وَكَمَالٌ وَمَقْتَضِيَّةُ الطَّرِيقِ حَالُهُ وَحَسَنُ مَالِهِ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَفَ كَرَمِهِ وَغَنَى إِلَهَ الْيَوْمِ
الَّذِينَ وَلِحَمْدِ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلِحَمْدِ اللَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَمَّتْ الصَّالِحَاتُ قَدْ تَمَّ شَرْحُ الْقَصِيدَةِ الْبَرْقَةِ
لَمَلَأَ عَلَمِي قَارِي بَيْدِ النِّقِيرِ إِلَى اللَّهِ الْغَنَى خَالِدَ عَقْرِ لَهُ وَلِوَالِدِيهِ وَلِأَحِبَائِهِ وَلِجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ بِمَحَضِّ فَضْلِهِ الْعَمِيمِ وَكَرَمِهِ الْخَفِيِّ وَالْجَلِيِّ وَاللَّطْفِ الْوَسِيِّ

١٤ ذُو الْقَعْدَةِ ١٢٢٤

وَأَخْرَجُوا نَا انْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ سَيِّدِنَا خَلَقَهُ وَنُورَ عَرْشِهِ
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ آمِينَ
طَالِبُ دَعَا نَفَقِيرَ مُحَمَّدٍ رَحِيمٍ

